یا اللہ مدد | حیات النبی ﷺ زندہ باد | شانِ رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شانِ صحابہؓ زندہ باد | مقامِ امام اعظم ابو حنیفہؒ زندہ باد | حق چار یار

اکابرین دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

# مجلّہ صفدر

بفیضان
مظہر شریعت وطریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ
حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید وخلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد
محدثِ عرب وعجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنی — خلیفہ: امام الموحدین حضرۃ حسین علی نور اللہ مرقدہ — مجاز: رئیس المفسرین مولانا

| | |
|---|---|
| مفسر قرآن ولی کامل حضرۃ مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ | فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرۃ مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ |
| شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرۃ مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ | فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ |
| حکیم العصر شہید اسلام حضرۃ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ | امین ملت مناظر اسلام حضرۃ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ |
| پاسبان مسلکِ احناف شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ | ترجمان مسلکِ دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ |
| وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ | جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرۃ مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ |

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیر طریقت شیخ الحدیث
حضرۃ مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب حفظہ اللہ

نگران
وکیل احناف مناظر اسلام
حضرۃ مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب حفظہ اللہ

| مدیر اعلیٰ | مدیر مسئول | مدیر |
|---|---|---|
| مولانا جمیل الرحمٰن عباسی | مولانا احسن خدامی | حمزہ احسانی |
| 0301-7790908 | 0320 4902150 | 0307-5687800 |

فی شمارہ: 25......زرِ سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

# فہرست

پیام صفدر ادارہ

# رسالہ 'اتمام حجت' اور اُس کے مؤلف کا مختصر تعارف

محقق جلیل، فقیہ نبیل حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت نہ صرف اہل علم بلکہ عوام میں بھی اپنے علمی کام اور دعوتی، اصلاحی وتنقیدی لٹریچر کی وجہ سے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے ایم بی بی ایس کرنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم وفنون کی تکمیل بھی فرمائی۔ فقہ وفتویٰ تو اوڑھنا بچھونا ہے۔ تصنیف وتالیف سے شغف ہے۔ شخصی استفتاءات کے جواب میں لکھے گئے فتاویٰ کی تعداد دس سے پندرہ (۱۰۔۱۵) ہزار کے درمیان ہے۔ اس کے علاوہ تصانیف میں تفسیر فہم قرآن (۳/جلد)، فہم حدیث (۳/جلد)، مسائل بہشتی زیور (۲/جلد)، فقہ اسلامی، مرایض ومعالج کے اسلامی احکام، اُصول دین اور اسلامی عقائد وغیرہ جیسے وقیع علمی کام حضرت کے قلم سے امت کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ اِن خدمات سے نہ صرف عوام استفادہ کر رہے ہیں، بلکہ اہل علم بھی ان کی قدردانی کرتے ہیں، کئی ارباب فتاویٰ کی میز پر یہ کتابیں موجود رہتی ہیں۔

اِس علمی خدمت کے علاوہ حضرت مفتی صاحب کا ایک خاص امتیازی وصف راہِ حق سے ہٹنے والے افکار کی بروقت اور مضبوط گرفت اور نقد بھی ہے۔ اِس میدان میں اللہ رب العزت نے حضرت کو خاص شان سے نوازا ہے۔ دین کی صحیح تعبیر وتشریح کرنا اور اس تعبیر کی فکری کج رویوں سے حفاظت کرنا حضرت مفتی صاحب کا نصب العین معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس راستے سے عصر حاضر میں جس قدر فتنے وجود میں آئے، حضرت مفتی صاحب کے قلم سے اُن کا عالمانہ اور محققانہ رد بروقت سامنے آیا۔ ڈاکٹر اسرار کے اَفکار ونظریات ہوں یا مولانا طاسین کی فروگذاشتیں، جاوید احمد غامدی کی گمراہیاں ہوں یا پرویزی فکر کے حامل ڈاکٹر قمر زمان کی ہرزہ سرائیاں، کیپٹن عثمانی کی کج رویاں ہوں یا مولانا زاہد الراشدی کے صاحبزادے عمار خان ناصر کی باطل تاویلیں حضرت مفتی صاحب کا قلم سب کی جراحی کا فریضہ کلیدی محور سے ادا کرتے نظر آتا ہے۔

تحقیق حق کے اِس تنقیدی سلسلے میں جہاں غیروں کی خبر لی گئی، وہیں الدین النصیحۃ کے تقاضے کو نبھاتے ہوئے کچھ اپنے نادان دوستوں سے بھی گفت وشنید کی گئی ہے۔ اِس فہرست میں محمد بن علوی مالکی (ایک بدعتی شیخ) کے نادان حامیوں (صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی اور حافظ صغیر احمد صاحب) کے علاوہ پروفیسر ظفر اللہ شفیق صاحب وغیرہ کا نام شامل ہے۔

عقائد ونظریات کی اصلاح اور حفاظت کے جذبے سے لکھے گئے مواد میں ایک وقیع اضافہ ''صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد'' نامی کتاب سے ہوا ہے۔ یہ کتاب ایک ایسے موضوع پر ہے جس پر اردو میں خاطر خواہ مواد موجود نہیں تھا۔ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں جیسے ہاتھ، پاؤں، چہرہ، کان، پنڈلی وغیرہ۔ اِن الفاظ سے کیا مراد ہے؟ اہل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ تو یہ ہے کہ اِن الفاظ کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج اور نقص کی نسبت لازم آتی ہے۔ پھر مراد کیا ہے؟ یہ ہم نہیں جانتے، ہم اس کا علم اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔ ہاں! ہم اتنا اجمالی ایمان رکھتے ہیں کہ یہ ''صفاتِ متشابہات'' ہیں۔ اِس کو عالمانہ زبان میں ''تفویض'' کہتے ہیں۔

اہل سنت کے اِس قول کے برعکس سلفی اور موجودہ زمانے کے غیر مقلد یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ یہ صفات 'صفاتِ متشابہات' نہیں ہیں، بلکہ یہ صفات خبریہ ہیں۔ اور ان کا حقیقی ظاہری معنی ہی مراد ہے۔ یعنی ہاتھ سے مراد ہاتھ ہی ہے، صرف اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ یعنی ہمیں یہ معلوم ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے کہ ہاتھ سے مراد ہاتھ ہی ہے، البتہ وہ ہاتھ کس چیز کا ہے، یا اس کا حجم کیا ہے، کتنا ہے، اس کی صورت کیا ہے، یہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔

سلفیوں کی یہ تعبیر بظاہر لفظی سا نزاع معلوم ہوتی ہے، مگر اس کے ڈانڈے تجسیم (اللہ تعالیٰ کے لیے جسم اور اس کے لوازم ماننے) سے جا ملتے ہیں۔ اور الٰہیات (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات) کے میدان میں خفیف سی بے احتیاطی بھی بھیانک غلطی بن جاتی ہے۔ ماضی کے گمراہ فرقے اکثر وبیشتر اسی طرح کی بظاہر معمولی غلطیوں کا شکار ہو کر گمراہی کے علمبردار ہو گئے۔

سلفیوں کی اِس فکر میں جو سنگینی ہے، وہ تو ہے ہی، کریلے نیم چڑھے کے مصداق سلفی نہ صرف اس فکر کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں بلکہ امت کے اہل حق کو اپنی گمراہی کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو ان کی فکر سے متفق نہیں ہے، اُسے بدعتی بلکہ کافر تک قرار دینے سے انہیں کوئی باک اور عار نہیں ہے۔

صفات کا یہ مسئلہ نازک بھی ہے اور حساس بھی، اور بادی النظر میں فرق بہت معمولی معلوم ہوتا ہے، اِس لیے خود ہمارے ہاں کے بہت سے اہل علم جن کا اس موضوع پر خاطر خواہ مطالعہ نہیں ہے، وہ اسے نزاع لفظی باور کیے ہوئے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور الحمد للہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ بقول حضرت مولانا مفتی محمود اشرف مد ظلہم ''سلفیوں کی موہم تجسیم تعبیر اور اہل سنت کے صحیح عقیدے میں فرق کو جس دقت اور وضاحت کے ساتھ اِس کتاب میں حضرت مفتی صاحب نے کھولا ہے، وہ حضرت مفتی

صاحب کا ہی حصہ ہے۔'' حضرت مفتی صاحب کے قلم کی خصوصیت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اہل علم نے اس کتاب کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

دوسری جانب سلفیوں اور غیر مقلد حضرات کے حلقوں میں خاموشی چھا گئی، کتاب چھپنے کے تقریباً پانچ سال بعد تک کسی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا۔ کچھ عرصہ قبل واصل واسطی نامی ایک صاحب نے بزعم خود اس کتاب کا جواب لکھ کر ایک جلد شائع کی۔ کتاب کے مندرجات پر تبصرہ کسی اور فرصت میں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی کتاب کا جواب پانچ سال تک جمع ہی ہوتا رہا، سامنے نہ آسکا۔ اس سے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب کی علمی وقعت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، آخر کچھ تو ہے جس کے جواب کے لیے پانچ سال مطالعہ اور مواد اکٹھا ہی ہوتا رہا۔۔!!

کتاب سرسری نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف 'کام' کی بات بہت کم کرتے ہیں، البتہ اِدھر اُدھر سے مواد اور صفحے بھرنے کے لیے حوالہ جات پر حوالہ جات لاتے چلے جاتے ہیں۔......اور اپنی بات کو 'مؤثر' بنانے کے لیے بجائے علمی وزن کے طعن و تشنیع سے خوب کام لیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحب نے اپنے انداز میں علمی متانت اور تحقیقی شائستگی کا دامن کہیں بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔

واسطی صاحب کی کتاب کی پہلی جلد منظر عام پر آنے کے کچھ ہی عرصہ میں حضرت مفتی صاحب نے کتاب کا تجزیہ کر کے اہم باتوں کو الگ کر کے ان کا پوسٹ مارٹم کیا ہے، اور ''اتمام حجت'' کے نام سے ایک بقامت کہتر اور بقیمت بہتر رسالہ تیار فرما دیا۔ اور جیسے پہلے اصل کتاب لکھ کر فرض کفایہ ادا کیا اسی طرح جواب کا فرض کفایہ بھی خود ہی ادا فرمایا۔ جزاہ اللہ عنا و عن سائر اھل الحق.

مجلّہ صفدر کی یہ خوش قسمتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اپنا جوابی رسالہ طبع کرنے کے لیے اِس کا انتخاب فرمایا، چنانچہ اِس دفعہ کا شمارہ اِس سلسلے کا مختصر ''خاص نمبر'' ہے۔ اِس مضمون کے ساتھ اگر قارئین حضرت مفتی صاحب کی اصل کتاب بھی پیش نظر رکھیں تو اِن شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ ورنہ یہ تحریر بھی کافی ہے۔ کیونکہ حضرت مفتی صاحب کی خصوصیت ہے کہ فریق مخالف کی پوری بات اپنے سیاق وسباق کے ساتھ پیش فرماتے ہیں، چاہے اس کے لیے اپنی کتاب کے صفحات ضائع کرنا پڑیں۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ وہ حضرت مفتی صاحب کی ان کاوشوں کو قبولیت نصیب فرمائیں اور ہماری اِس پیش کش کو بھی قبول عام وتام نصیب فرمائیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم

☆......☆......☆......☆

ترجمان اہل حق مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم

# اتمام حجت

## عرض مؤلف:

**بسم الله حامداً و مصلیاً......** اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ''صفات متشابہات اور سلفی عقائد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۲۰۱۲ء میں یعنی آج سے چھ سال پہلے چھپی تھی۔ یہ کتاب ایک طرف سنجیدہ علمی وتحقیقی اسلوب کی حامل ہے اور دوسری طرف مروجہ مناظرانہ رنگ سے یکسر خالی ہے۔

۲۰۱۷ء میں واسطی صاحب نے جن کا اصل نام محمد احمد ہے ''عقیدہ سلف پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' کے نام سے کتاب لکھی جس میں مجھ پر اور میری کتاب پر بہت سے اعتراض کیے اور خیانت کے الزام لگائے۔ یہ کتاب چھ سو (۶۰۰) سے زائد صفحات کی ہے اور واسطی صاحب کا اس کو چار جلدوں میں مکمل کرنے کا ارادہ ہے۔

جواب الجواب لکھنے کا میرا ارادہ تو نہ تھا لیکن مصلحت کا تقاضا سمجھ کر تقریباً لگ بھگ ۳۰/اعتراضوں کا اور الزاموں کا جواب دیا ہے۔ میں نے صرف ان اعتراضوں اور الزاموں کا جواب لکھا ہے جو مجھ پر کیے گئے۔ دوسروں پر کیے گئے اعتراضوں کا نہ میں ذمہ دار ہوں اور نہ ہی میں ان کا جوابدہ ہوں۔ امید ہے کہ انصاف پسند اور دیانتدار حضرات اس کتابچہ سے مثبت طور پر فائدہ اٹھائیں گے۔

اس کتابچہ میں واسطی صاحب کے اٹھائے ہوئے تمام اعتراضوں کا جواب نہیں لکھا کیونکہ اس کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ وقت ہے اور اہل علم وفہم جن میں انصاف پسندی کا مادہ ہو وہ چند باتوں سے ہی غلط وصحیح کا اندازہ لگالیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتابچہ کو نافع الخلائق بنائیں اور جن لوگوں نے تعاون کیا ان کو بھرپور اجر عطا فرمائیں۔و **آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين** عبدالواحد......مارچ 2018ء

## فصل:1......ہندوپاک کے سلفی اپنے بڑوں کی نظر میں

سلفیوں کو مولانا عبدالحلیم ویلوری رحمہ اللہ نے اپنے فتوے بنام ''توضیح الدلیل فی ابطال التشبیه و التعطیل فی صفات الرب الجلیل'' (مورخہ:1308ھ بمطابق 1889ء تقریباً) میں بدعتی اور خواہش پرست کہا اور مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمہم اللہ

اور غیر مقلدین کے اکابر سید نذیر حسین دہلوی، ابو سعید محمد حسین لاہوری اور محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہم اللہ نے ان سے اتفاق کیا۔

یہ بات یاد رہے کہ اس دور میں برصغیر میں عقائد اور تقلید کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو جماعتیں بنی ہوئی تھیں۔ اکثر لوگ اشعری و ماتریدی تھے اور ایک بہت چھوٹا سا طبقہ صحیح حدیث کے نام پر ابھر رہا تھا۔ اس طبقہ کے بڑے علم کلام میں اشعری رہے اور علم تصوف میں چار مشہور سلسلوں کے قائل تھے۔ نئے آنے والوں کے مزاج میں تحمل نہ رہا اور وہ اپنے بڑوں کو نظر انداز کر کے اپنے طور پر سلفی بن گئے اور ان میں آپس میں بھی اختلاف رہا۔ بعد میں ان کے بڑے اپنے چھوٹوں کے لیے رفتہ رفتہ میدان چھوڑتے گئے۔

ہماری بات کی تائید اس فتوے سے بھی ہوتی ہے جو سید نذیر حسین دہلویؒ کے فتاویٰ میں جلد اول، ص 321/ پر طبع شدہ موجود ہے۔ سوال میں پوچھا گیا ہے کہ شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر صاحبان نے آیات متشابہات کی تفسیر میں متقدمین مفسرین کے مسلک کی خلاف ورزی کیوں کی ہے؟ جواب میں مولانا نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان حضرات نے مسلک اہل سنت والجماعۃ کے ائمہ اور مفسرین کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کی بلکہ مسلک متقدمین کے مطابق ان آیات کو ظاہر پر محمول فرمایا ہے۔ ان کا مقصد تھا کہ استواء اور ید اور وجہ معلوم ہیں اور کیفیت غیر معلوم چنانچہ بالکل یہی مضمون ''فقہ اکبر'' تصنیف امام ابو حنیفہ، بزدوی، تفسیر مدارک، جلالین و کمالین حاشیہ جلالین میں موجود ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ص:321)''

میں (عبد الواحد) کہتا ہوں کہ یہ بات تو پکی ہے کہ شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر وغیرہ سلفی نہ تھے اور سلفیوں میں متقدمین اور متاخرین جیسی کوئی مشہور و معروف تقسیم بھی نہیں تھی۔ اس لیے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ صفات متشابہات میں اشاعرہ متقدمین کے مسلک پر تھے۔

اس انتہائی چھوٹے طبقہ کی نشاندہی اس وقت کے بڑوں نے یوں کی:

## مولانا عبد الجبار غزنوی لکھتے ہیں:

''ہمارے اس زمانے میں ایک نیا فرقہ کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے پر ہیں۔ جو حدیثیں کہ سلف و خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قدح اور کمزور جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال و افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بیہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں۔'' (رسائل اہل حدیث جلد دوم دیباچہ: ص:33)

## نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

''غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے، نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی......بعضے عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ......اپنے سوا عام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔'' (ایضاً: ص:34)

## نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریا کار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے......اس لیے تم ان لوگوں کو دیکھو گے کہ یہ محض الفاظ حدیث کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور حدیث شریف کے فہم اور اس کے معانی ومفاہیم میں غور وخوض کی طرف توجہ نہیں کرتے......بخدا! یہ امر انتہائی تعجب وتحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے ماسوا سب مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں۔'' (ایضاً: ص:32)

اس ضمنی توضیح کے بعد مولانا ویلوری رحمہ اللہ کے فتوے کی طرف واپس آتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں مذکور فتوے کا اختصار ملاحظہ ہو:

''سوال: مسلمانوں کے دو فرقوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

### پہلے فریق کا عقیدہ:

### پہلا فریق (یعنی اشاعرہ وماتریدیہ پر مشتمل فریق......وضاحت از عبدالواحد) کہتا ہے:

1۔ آیات صفات اور وہ احادیث جن میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف مثلاً اس کے استواء علی العرش اور عرش پر اس کی فوقیت اور اس کا آسمان دنیا کی طرف نزول اور عرفہ کی شام کو اللہ کا بندوں کے قریب ہونا وغیرہ جن کا سلف صالحین نے اقرار کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں خود ذکر کیا ہے یا ان کے رسول ﷺ نے بیان کیا ہے۔ ان سب پر ہمارا ایمان ہے، اور ان کی حقیقتیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ان (حقیقتوں) کی معرفت کو ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ان کی ماہیت جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہو اس کے علم کو ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ہم ان میں تاویل، تشبیہ اور تعطیل کچھ نہیں کرتے۔

2[1]۔ اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعد، حد، اتصال، انفصال، مسافت، حلول، اتحاد کی کیفیات سے اور عین مخلوق ہونے سے، اور ان کے لیے اعضاء وجوارح اور ابعاض واجزاء ہونے سے اور حدوث

---

[1] اشاعرہ کے عقائد کا یہ وہ نمبر 2 ٹکڑا ہے جس کو واسطی صاحب نے سرے سے نظر انداز کر دیا اور نقل بھی نہیں کیا حالانکہ یہی وہ ٹکڑا ہے جس سے سلفیوں اور اشاعرہ کے درمیان فرق واضح ہوتا ہے۔

کے تمام تعلقات سے اور جسم کے لوازم سے اور اعراض سے سب سے پاک ہیں۔ اور کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو حقائق ہیں ہم ان پر اس طور سے ایمان رکھتے ہیں جو اللہ کی شایان شان ہیں اس طرح سے نہیں جو ہماری عقل وخیال میں آتے ہیں کی۔[1]

3۔ تو جیسے اللہ تعالیٰ، اپنے عرش پر اس استواء کے ساتھ مستوی ہیں جو ان کے لائق ہے اور ان کو اپنے عرش پر اس طرح فوقیت حاصل ہے جو ان کی شایان شان ہے، نہ عرش کے ساتھ اتصال کی کیفیت کے ساتھ اور نہ اس سے انفصال کی کیفیت کے ساتھ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا قرب رکھتے ہیں جو ان کی شایان شان ہے۔ نہ اس میں حلول واتحاد ہے اور نہ جسموں کے اور اعراض کے

4۔ پہلا فریق کہتا ہے کہ استواء، فوقیت اور دیگر اوصاف ان سب کا حکم ایک ہی ہے اس میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اور ان سب میں ہمارے لیے صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ ہم ان پر اس طرح ایمان رکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہے اور ان کی ذات جل وعلا کی تنزیہ برقرار رہتی ہے اور ہم کیفیت کے بارے میں کچھ نہیں کہتے اور تشبیہ، تاویل، تمثیل اور تعطیل سب سے ہی بچتے ہیں۔

پہلے فریق کے عقائد جو اوپر چار حصوں میں بیان کیے گئے ان سب کو مجموعی طور پر لیں تو یہ اشاعرہ و ماتریدیہ کے عقائد بنتے ہیں۔ اور عبد الحلیم ویلوری رحمہ اللہ نے اسی فریق کے راہ راست پر ہونے کا فتویٰ دیا اور مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمہم اللہ اور غیر مقلدین کے اکابر سید نذیر حسین دہلوی، ابو سعید محمد حسین لاہوری اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہم اللہ نے اس فتوے کی تائید وتصویب کی۔

واسطی صاحب کو اپنے اکابر پر سلفیت کی مخالفت کی چھاپ پسند نہیں آئی اس لیے انہوں نے دو طریقوں سے اس چھاپ کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔

**پہلا طریقہ:**

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''علامہ نووی رحمہ اللہ کی ایک عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاویل پر سب متفق ہیں لیکن بعض اجمالی تاویل کرتے ہیں......اور بعض تفصیلی تاویل کرتے ہیں۔ تو جب خلف وسلف علامہ نووی رحمہ اللہ کے بقول تاویل پر متفق ہیں تو یہ قول کس طرح اشاعرہ کا ہوگا کہ من غیر تاویل۔ اسی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جب سارے کے سارے نصوص ان اشاعرہ وماتریدیہ کے نزدیک **مصروف عن الظاهر** ہیں تو پھر شیخ شمس الحق عظیم آبادی کی یہ عبارت کیسے اشاعرہ کے لیے مفید ہوگئی......حالانکہ اس عبارت میں **امرار النصوص علی الظواهر** کی بات ہوئی ہے بلکہ یہاں تو ڈاکٹر صاحب کو جواب دینا پڑے گا کہ اس کے اکابر نے کیسے اس کتاب پر دستخط کیے ہیں؟ جب کہ یہ عین **سلفی مذہب** ہے۔''

(واسطی صاحب نے اس عبارت میں مجھ پر جو اعتراض اٹھائے ہیں ان کے جواب اگلی فصل میں دیے گئے ہیں)۔

دوسرا طریقہ:

واسطی صاحب نے اشاعرہ کے عقائد کے نمبر 2 ٹکڑے میں سے ''اللہ تعالیٰ کے لیے بعد، حد، اتصال، مسافت، حلول، اتحاد کی کیفیات سے اور عین مخلوق ہونے سے اور ان کے لیے اعضاء و جوارح اور ابعاض و اجزاء ہونے سے اور حدوث کے تمام تعلقات سے اور جسم کے لوازم سے اور اعراض سے سب سے پاک ہے'' اتنی عبارت کو حذف ہی کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ وہ بنیادی عقائد ہیں جن کی وجہ سے سلفی اشاعرہ و ماتریدیہ سے جدا ہیں۔ یہ حذف کردہ عبارت پیچھے چوکھٹے میں بھی دی گئی ہے۔

فریق ثانی کے عقائد:

''1۔ فریق ثانی کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے فوقیت ثابت ہے اس قید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کا عرش سے انفصال بھی ہے اور عرش سے مس بھی نہیں ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالم سے باہر ہے اور عرش سے اوپر ہے، عرش کی بالائی سطح سے مس بھی نہیں کر رہا اور اس سے جدا ہے۔ اپنے بندوں سے دور ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان بڑی لمبی مسافت ہے۔

2۔ فوقیت سے مراد کو ہم تفویض نہیں کرتے اور وہ ہمیں معلوم ہے اور وہ محکمات میں سے ہے۔

3۔ استوا، ید اور وجہ اور ان جیسی اور صفات مثلاً ساق، آنکھ اور کان وغیرہ ان کا مدلول ہر اعتبار سے اس طرح مجہول ہے جس طرح حروف مقطعات کا معنیٰ مجہول ہے۔

4۔ یہ فریق فوقیت کے حکم کے اور استواء و دیگر صفات کے مابین فرق مانتا ہے۔ لہذا یہ فریق اس فوقیت کو محکمات میں سے شمار کرتا ہے جس میں عرش سے انفصال کی کیفیت کا اور زمین سے دوری کا خیال کیا جاتا ہے اور وہ استواء جس کا مدلول ہر کیفیت سے منزہ ہے اس کو متشابہات میں سے مانتا ہے۔

5۔ یہ فریق دعویٰ کرتا ہے اگر ہم اللہ تعالیٰ کے نزول و قرب پر کسی بھی تاویل کے بغیر دونوں پر ایمان لے آئیں اور ان میں سے ہر ایک کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف تفویض کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کی فوقیت باطل ہو جائے اور یہ بھی لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالم میں داخل ہو اور اس کے ساتھ مختلط ہو۔

6۔ یہ فریق یہ دعویٰ بھی کرتا ہے کہ اگر وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ عالم سے باہر ہے اور عرش کو مس بھی نہیں کر رہا تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ معدوم ہو (کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ تو عالم میں حلول کیے ہوئے ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ میں عالم حلول کیے ہوئے ہے)''۔

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ دوسرے فریق کا پہلا ہی عقیدہ سلفیوں کا ہے اشاعرہ و ماتریدیہ کا نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی عرش پر فوقیت کو محکمات میں سے شمار کرنا بھی سلفیوں کا عقیدہ ہے اشاعرہ کا نہیں۔ پھر اشاعرہ و ماتریدیہ کے جن عقائد اور تنزیہات کا اوپر نمبر 2 میں ذکر ہوا سلفیوں کا ان میں اشاعرہ سے اختلاف ہے۔ ذیل میں ہم اس اختلاف کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

**تنبیہ:** اشاعرہ و ماتریدیہ ہوں یا سلفی ہوں ہم نے ان کے صرف ان عقیدوں کو ذکر کیا ہے جو مولانا عبد الحلیم ویلوری کو لکھے گئے سوال اور استفتاء میں درج ہیں۔

ان دو فریقوں کے عقائد نقل کرنے کے بعد سائل نے یہ درخواست کی کہ:

(ترجمہ): ہمیں بتایئے کہ ان دو گروہوں میں سے کس کا قول ثابت ہے اور کس کا اعتقاد درست ہے اور کون سلف صالح کے موافق ہے اور کون درست ہے اور کون خطا پر ہے؟

استفتاء کے جواب سے پہلے دونوں فریقوں کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

## سلفیوں کے وہ عقائد جو اشاعرہ و ماتریدیہ کے مخالف ہیں

### 1۔ اشاعرہ کے برخلاف سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لیے حد ہے:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(ترجمہ: جب جہمیہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ممتاز نہیں ہیں۔۔۔ اس وقت عبداللہ بن مبارک نے واضح کیا کہ رب سبحانہ وتعالیٰ اپنے عرش پر ہیں اور اپنی مخلوق سے جدا ہیں اور انہوں نے اللہ کے لیے حد ہونے کا ذکر کیا کیونکہ جہمیہ کہتے تھے کہ اللہ کی حد نہیں ہے۔۔۔)

[صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد: 190]

### 2۔ اشاعرہ کے برخلاف سلفیوں کے نزدیک اللہ کے لیے رحمت و رضا مندی اور غصہ و غضبناکی کی نفسی کیفیات ثابت ہیں:

علامہ عثیمین کہتے ہیں:

(ترجمہ: اشاعرہ اور دیگر اہل تعطیل اللہ تعالیٰ کے رحمت کے ساتھ متصف ہونے کا انکار کرتے ہیں (اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ) عقل اس کے وجود پر دلالت نہیں کرتی، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رحمت دل کے نرم ہونے اور پسیجنے کو کہتے ہیں اور یہ بات اللہ عزوجل کے لائق نہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بڑے ہیں کہ وہ اس کیفیت سے متصف ہوں۔ اس لیے متاخرین اشاعرہ جو تاویل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رحمت سے مراد احسان کرنا ہے یا احسان کا ارادہ کرنا ہے۔ غرض یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے لیے رحمت (یعنی دل پسیجنے کی کیفیت۔۔۔) ہو۔

علامہ عثیمین آگے کہتے ہیں:

ذرا غور کرو کہ اشاعرہ نے اس عظیم صفت یعنی دل کے پسیجنے کا انکار کیا جس کا ہر انسان امیدوار ہے)۔

## 3۔اشاعرہ کے برخلاف سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ابعاض واجزاء ہیں

علامہ عثیمین لکھتے ہیں:

(ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ، چہرہ اور آنکھیں ہمیشہ سے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ یہ پہلے کسی وقت میں نہ ہوں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے یہ کبھی جدا ہو سکتے ہیں......وہ امور جو ہم میں ہوں تو ہمارے بعض اور ہمارے اجزاء کہلاتے ہیں جیسے ہاتھ، چہرہ اور آنکھ۔علماء ان کو (صفات ذاتیہ خبریہ کہتے ہیں)......بلکہ ہم اس کہنے سے بچتے ہیں لیکن ہم میں ان کے مصداق ہمارے اجزاء وابعاض واعضاء کہلاتے ہیں۔البتہ ان کو اللہ تعالیٰ کے اجزاء وابعاض کہنا درست نہیں کیونکہ جز واور بعض ایسی چیز کو کہتے ہیں جو کل سے جدا ہو سکتی ہے جبکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ سے کبھی جدا نہیں ہوتیں۔'') (صفات متشابہات اور سلفی عقائد:80,81)

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ابعاض واجزاء تو ہیں لیکن غیر منفک ہونے کی وجہ سے سلفی ان کو ابعاض نہیں کہتے جبکہ اشاعرہ وماتریدیہ ان کے ظاہری معنیٰ نہیں لیتے اور اس کے حقیقی معنیٰ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

## 4۔حلول:

سلفی حضرات یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سمیت العرش سے نیچے بھی اتر آتا ہے مثلاً کرسی پر کہ وہ اللہ کے قدم رکھنے کی جگہ ہے اور ہر رات کا جب تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اس وقت اپنی ذات سمیت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور محشر میں ایک چھوٹے عرش پر نزول فرمائے گا اور جہنم پر قدم رکھے گا۔ یہ سب مثالیں حلول کی ہیں۔اور سلفیوں کے برخلاف اشاعرہ وماتریدیہ ان میں سے کسی کا بھی ظاہری مطلب نہیں لیتے۔

## 5۔عرش سے اللہ تعالیٰ کا انفصال یا اتصال:

اشاعرہ وماتریدیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا عرش پر استوا صفات متشابہات میں سے ہے۔ان کے برعکس سلفیہ ہی میں سے بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر اتصال کی کیفیت کے ساتھ بیٹھا ہے جبکہ بعض دوسرے سلفی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انفصال کی کیفیت کے ساتھ عرش کے اوپر ہے اور عرش کو مس نہیں کر رہا۔

## عبدالحلیم ویلوری رحمہ اللہ کا جواب:

ترجمہ: جان لو کہ......فریق اول (یعنی اشاعرہ وماتریدیہ) کا قول ثابت ہے اور اس کا عقیدہ درست ہے اور وہی سلف صالح کے موافق ہے۔دوسرا فریق (جو سلفی عقائد کا حامل ہے) اس کا عقیدہ درست نہیں

کیونکہ وہ تو بدعتی ہے اور خواہش پرست ہے......اور فریق ثانی کے عقائد پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس کے عقائد دو بدعتی جماعتوں کے عقائد سے مرکب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے فوقیت میں انفصال کی کیفیت کو اس نے بدعتی محمد بن ہیضم کرام سے لیا اور فوقیت کے علاوہ دیگر عقائد یعنی استواء اور ہاتھ اور چہرے اور نزول وغیرہ وہ اوصاف ہیں جو سلف وخلف کے نزدیک قرآن وسنت سے ثابت ہیں ان میں اس نے جہمیہ اور معتزلہ کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

عبدالحلیم ویلوری رحمہ اللہ کے اس جواب سے جہاں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمہم اللہ نے اتفاق کیا وہیں غیر مقلدین کے اکابر سید نذیر حسین دہلوی، ابوسعید محمد حسین لاہوری اور محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہم اللہ نے بھی بھرپور اتفاق کیا۔

قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دونوں گروہوں کے اکابر نے مولانا ویلوری کی اس بات سے اتفاق کیا کہ سلفی:

1۔ بدعتی اور خواہش پرست ہیں اور

2۔ ان کے عقائد دو بدعتی جماعتوں کے عقائد سے مرکب ہیں ایک کرامیہ اور دوسرے جہمیہ ومعتزلہ۔

<u>فرقہ کرامیہ:</u>

کرامیہ ایک گمراہ فرقہ تھا اس فرقہ کے لوگ محمد بن کرام کے پیروکار تھے۔ اس کی گمراہی کا سبب اس کے مندرجہ ذیل عقائد تھے جو سلفیوں کے عقائد کے تقریباً برابر ہیں۔ اس مماثلت کے ہوتے ہوئے سلفیوں اور غیر مقلدین کے راہ حق سے باہر ہونے کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا دشوار نہیں ہے۔

1۔ محمد بن کرام نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر استقرار کیے ہوئے ہے۔ وہ اپنی ذات کے ساتھ جہت فوق میں ہے اور وہ عرش کی اوپری سطح کے ساتھ مس کرتا ہے۔

2۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کو منتقل بھی ہوتا ہے۔

3۔ پھر بعض کرامیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کل عرش کو گھیرے ہوئے نہیں ہے بلکہ بعض کا دعویٰ ہے کہ عرش کی کچھ جگہ خالی نہیں رہتی اور کچھ اور کرامیوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت فوق میں ہے اور عرش کے محاذی ہے اس کو مس نہیں کر رہا۔

پھر تیسرے قول والوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور عرش کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اگر تمام جہان کے جواہر کو رکھ دیا جائے تو ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا عرش کے ساتھ اتصال ہو جائے گا بعض کا کہنا ہے کہ ان کے درمیان کا فاصلہ لامتناہی ہے اور عالم سے بعد کی مباینت اور علیحدگی ازلی ہے۔

4۔ اکثر کرامیہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کا لفظ بولتے تھے اور کہتے تھے کہ جسم سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ

خود قائم ہے یعنی قائم بذاتہ ہے۔یہی ان کے نزدیک جسم کی تعریف ہے۔

5۔اللہ کے لیے حد وانتہا کے بارے میں بھی ان کا اختلاف ہے۔بعض کرامیہ تمام چھ جہات میں اللہ تعالیٰ کو محدود مانتے ہیں،بعض جہت تحت میں محدود مانتے ہیں جبکہ بعض اللہ تعالیٰ کو کسی بھی جہت میں محدود نہیں مانتے اور کہتے ہیں اللہ عظیم ہیں۔

6۔کرامیہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حوادث کا قیام اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہوسکتا ہے۔پھر جن کا حدوث اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہوتا ہے ان کا سبب اللہ کی قدرت ہے اور جن کا حدوث اللہ کی ذات سے جدا ہوتا ہے ان کا سبب ایجاد ہے۔کرامیہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کا اثبات کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ علم سے عالم ہیں،قدرت سے قادر ہیں،حیات سے حی ہیں اور مشیت سے ارادہ کرنے والے ہیں۔یہ تمام صفات قدیم اور ازلی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔کبھی یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سمع وبصر کا اضافہ بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صفات بھی قدیم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہے دیگر ہاتھوں کی طرح نہیں اور اللہ کا چہرہ ہے دیگر چہروں کی طرح نہیں۔(ماخوذ از الملل والنحل للشہرستانی)

<u>شیخ سید نذیر حسین صاحب نے اس جواب کی تائید میں لکھا:</u>

**جواب الفاضل الالمعی محمد عبد الحلیم الویلوری صحیح و الرای نجیح لما علیہ القدماء الصالحون من الصحابۃ و التابعین و المحدثین و المجتھدین و العلماء المتاخرین المحققین رضوان اللہ علیھم اجمعین و تاویلات الفریق الثانی خلاف مسلک الاسلاف الکرام کما لا یخفیٰ. (توضیح الدلیل فی ابطال التشبیہ و التعطیل: ۲۰۱)**

(ترجمہ:فاضل اور فہیم محمد عبدالحلیم ویلوری کا جواب صحیح ہے اور ان کی رائے درست ہے اور یہی صحابہ، تابعین،محدثین،مجتہدین اور متاخرین ومحقق علماء کا قول ہے اور دوسرے فریق کی تاویلات سلف صالحین کے مسلک کے خلاف ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔)

<u>مولانا محمد حسین لاہوری مدیر اشاعۃ السنۃ النبویۃ لکھتے ہیں:</u>

**لقد اجاد فیما افاد و اصاب فیما اجاب المجیب. (توضیح الدلیل: 201)**

(ترجمہ:مصنف نے عمدہ بات کہی اور ان کا جواب درست ہے۔)

<u>مولانا محمد شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:</u>

**انی رایت ھذہ الرسالۃ فوجدت مضامینھا صحیحۃ فللہ در المولف اتیٰ بتحقیقات شریفۃ و فوائد عجیبۃ و لا ریب ان مذھب الفریق الاول موافق للکتاب المقدس و السنۃ المطھرۃ و مذھب السلف فی آیات الصفات و احادیثھا ترک الخوض فیھا و امرارھا علیٰ ظواھرھا من غیر تاویل و لا تشبیہ و لا تکییف و ھذا ھو الطریق الاسلم. (توضیح الدلیل فی ابطال التشبیہ و التعطیل: 202)**

(ترجمہ: میں نے یہ رسالہ دیکھا اور میں نے اس کے مضامین کو درست پایا۔ مصنف کی تحقیقات قابل قدر ہیں اور ان کے ذکر کردہ نکات خوب ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فریق اول کا عقیدہ کتاب الٰہی اور سنت مطہرہ کے موافق ہے۔ آیات صفات اور احادیث کے بارے میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ ان میں غور وخوض نہ کیا جائے اور تاویل، تشبیہ اور تکییف کے بغیر ان کو ان کے ظاہر پر ہی چلایا جائے۔ یہی طریقہ بہت زیادہ سلامتی والا ہے۔)

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں ذرا غور کریں کے وہ اپنے اکابر کے خلاف چلنے لگے ہیں۔ اور ان لوگوں کے عقائد کے حامل بن گئے ہیں جن کو ان کے اکابر بدعتی اور خواہش پرست کہتے تھے۔ دیکھیے موجودہ دور کے ایک سلفی ابوعبداللہ عادل غامدی نے یہ کتاب لکھی ہے:

**التنبیهات الجلية علیٰ المخالفات العقدية فی کتابی تحفة الاحوذی بشرح سنن الترمذی و عون المعبود شرح سنن ابی داؤد.**

''تحفۃ الاحوذی'' غیر مقلدین کے ایک اور بڑے عالم عبدالرحمٰن مبارک پوری کی ہے اور ''عون المعبود'' بھی ان کے ایک اور بڑے عالم محمد شمس الحق عظیم آبادی کی لکھی ہوئی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں مندرج عقائد اشاعرہ و ماتریدیہ کے موافق ہیں ابوعبداللہ عادل صاحب نے ان کی نشاندہی کی ہے اور ان کو سلفیوں کے عقائد کے مخالف شمار کیا ہے۔

اسی طرح سلفیوں نے ابن حجر رحمہ اللہ کو بھی نہیں چھوڑا اور بخاری کی شرح ''فتح الباری'' میں ابن حجر رحمہ اللہ نے جو باتیں اشاعرہ کے موافق کہی ہیں ان کی نشاندہی بھی کی جارہی ہے اور ان کی تغلیط بھی کی جا رہی ہے۔

اس تغلیط پر ہم نے تنبیہ کی تو واسطی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر ڈاکٹر صاحب خوشی منائیں۔ (عقیدہ سلف، ص:333)

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ مجھے اس بات پر خوشی منانے کی کیا ضرورت ہے بلکہ مجھے تو حیرت ہے کہ آپ کے بڑوں نے جن لوگوں کو بدعتی اور گمراہ کہنے پر اتفاق کیا مرور زمانہ دیکھیے وہی بدعتی اور خواہش پرست اب آپ کے بڑوں سے زیادہ 'بڑے' بن گئے ہیں۔

## فصل:2......واسطی صاحب کی طرف سے مجھ پر خیانت کے الزام اور میری طرف سے جواب

### خیانت کا پہلا الزام:

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک یہ بات غلط ہی نہیں بلکہ صریح خیانت بھی ہے کہ اشاعرہ و ماتریدیہ کے عقائد کے بیان میں نمبر اٹکڑے کے یہ الفاظ ہیں:

**"من غير تاويل و لا تشبيه و لا تعطيل"**

لیکن دیوبندی حضرات متفقہ طور پر یہ کہتے ہیں:

**و أما ما قال المتأخرون من أئمتنا فی تلک الآيات يأوّلونها بتاويلات صحيحة سائغة فی اللغة و الشرع بأنها يمكن أن يكون المراد من الاستواء الاستيلاء و من اليد القدرة الیٰ غير ذلک تقريباً الیٰ أفهام القاصرين فحق أيضاً عندنا. (المهند)**

اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم لوگ سمجھ لیں، مثلاً یہ ممکن ہے کہ استواء سے مراد استیلاء اور غلبہ ہو، اور ہاتھ سے مراد قدرت ہو، تو یہ بھی ہمارے نزدیک بالکل حق ہے۔

بلکہ ڈاکٹر صاحب نے شیخ محی الدین نووی سے ایک عبارت نقل کی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاویل پر سب متفق ہیں، لیکن بعض اجمالی تاویل کرتے ہیں کہ یہ نصوص ظاہر سے مصروف ہیں، ظاہر ان کا مراد نہیں اور بعض تفصیلی تاویل کرتے ہیں، کہ ظاہر تو مراد نہیں، اور فلاں چیز مراد ہے، جیسے استواء سے استیلاء اور ''ید'' سے قدرت مراد لینا تاویل تفصیلی ہے۔ تو جب خلف وسلف نووی رحمہ اللہ کے بقول تاویل پر متفق ہیں تو پھر یہ قول کس طرح اشاعرہ کا ہوگا کہ ''من غیر تاویل'' اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ سارے کے سارے نصوص ان اشاعرہ وماتریدیہ کے نزدیک مصروف عن الظاہر ہیں''۔[عقیدہ سلف:۳۳۹]

## میں (عبدالواحد) کہتا ہوں:

واسطی صاحب نے مجھ پر یہاں تین اعتراض کیے ہیں:

ایک طرف تم دعویٰ کرتے ہو کہ فریق اول سے مراد اشاعرہ و ماتریدیہ ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ تاویل، تشبیہ اور تمثیل ان سب سے بچتے ہیں لیکن دوسری طرف:

i۔ دیوبندی جو ماتریدی ہونے کے دعویدار ہیں وہ متفقہ طور پر ''مہند'' میں متاخرین کی ان تاویلات کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں یہ بھی ہمارے نزدیک بالکل حق ہے۔

ii۔ علامہ نووی جو اشاعرہ میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اشاعرہ خواہ متقدمین ہوں یا متاخرین دونوں ہی تاویل کرتے ہیں متقدمین اجمالی تاویل کرتے ہیں جبکہ متاخرین تفصیلی تاویل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سارے کے سارے نصوص ان اشاعرہ و ماتریدیہ کے نزدیک مصروف عن الظاہر ہیں۔

iii. **"امرار النصوص علی ظواهرها"** کا ضابطہ بھی تاویل کے مخالف ہے۔

واسطی صاحب [عقیدہ سلف: 339] لکھتے ہیں:

”جب سارے کے سارے نصوص ان اشاعرہ وماتریدیہ کے نزدیک مصروف عن الظاہر ہیں تو پھر شیخ شمس الحق عظیم آبادی کی یہ عبارت کیسے اشاعرہ کے لیے مفید ہوگئی:

**و لا ریب ان مذهب الفریق الاول موافق للکتاب المقدس و السنة المطهرة و مذهب السلف فی آیات الصفات و احادیثها ترک الخوض فیها و امرارها علیٰ ظواهرها من غیر تاویل و لا تشبیه و لا تعطیل.**

حالانکہ اس عبارت میں **امرار النصوص علی الظواهر** کی بات ہوئی ہے۔ بلکہ یہاں ڈاکٹر صاحب کو جواب دینا پڑے گا کہ اس کے اکابر نے کیسے اس کتاب پر دستخط کیے ہیں جبکہ یہ سلفی مذہب ہے۔

## پہلے اعتراض کا جواب:

علماء دیوبند متقدمین اور متاخرین دونوں کو حق پر سمجھتے ہیں کیونکہ دونوں کا طریقہ یعنی تفویض اور تاویل اسلاف سے ثابت ہیں۔ جب تک تفویض پر عمل چلتا رہا اور اب بھی کسی کجی کے بغیر چلتا ہے تو اس کو چلائیں گے لیکن جب خالص تفویض سے کام نہ چلے اور لوگوں کے عقیدے کی حفاظت تاویل میں ہو تو ایسی تاویل کو جو لغت و شرع کے اعتبار سے جائز ہو اور اللہ کی شایان شان ہو اختیار کریں گے۔ بلا وجہ تفویض کو ترک نہیں کریں گے۔

## دوسرے اعتراض کا جواب:

جہاں تک علامہ نووی کا یہ کہنا ہے کہ اشاعرہ و ماتریدیہ کے متقدمین اور متاخرین دونوں تاویل کرتے ہیں متقدمین اجمالی اور متاخرین تفصیلی کرتے ہیں تو یہ علامہ نووی کی اپنی اصطلاح ہے اور لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ کسی لفظ کے ظاہری معنیٰ کو صرف چھوڑ دینے کو تاویل نہیں کہتے بلکہ تاویل اس وقت کہتے ہیں جب لفظ کے ظاہری معنیٰ چھوڑ کر کوئی دوسرا معنیٰ مراد لیا جائے۔ لہذا اشاعرہ و ماتریدیہ اپنے ضابطہ پر قائم ہیں کہ صفات متشابہات میں متقدمین ہوں یا متاخرین ہوں دونوں کے نزدیک اصل ترک تاویل اور تفویض ہے۔ لیکن کسی عارض کی وجہ سے تاویل کی جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے کیونکہ سلف سے تاویل کرنا بھی ثابت ہے مثلاً کرسی کو حدیث میں موضع القدمین بھی کہا گیا ہے مگر پھر بھی سلف نے اس سے علم مراد لیا اور معیت الٰہی سے معیت بالعلم اور معیت بالقدرۃ مراد لیا۔

## تیسرے اعتراض کا جواب:

ہم کہتے ہیں کہ **امرار النصوص علیٰ ظواهرها** کا جو مطلب واسطی صاحب بتاتے ہیں وہی غلط ہے۔ ان کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ نصوص کو ان کے ظاہری معنیٰ پر چلاؤ کہ وہی ان کا حقیقی اور مطلوب

معنیٰ ہے۔اس کے برعکس ہم کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نص کا جو لفظ ہے اس کو پڑھو پڑھاؤ تو اسی لفظ میں پڑھو پڑھاؤ۔زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہو کہ مثلاً ید کا متبادل جو دوسری زبان میں ہو اس کو استعمال کر سکتے ہو جیسے اردو میں ہاتھ اور انگریزی میں Hand۔اس کے کسی معنیٰ کی تعیین کر کے لفظ کو مت پڑھو پڑھاؤ مثلاً یوں کہو کہ اللہ کا ہاتھ ہے، یوں نہ کہو کہ اللہ کا آلۂ جارحہ ہے اور یوں بھی نہ کہو کہ اللہ کا ہاتھ ہے جبکہ دل میں نیت آلہ جارحہ کی ہو۔

## خیانت کا دوسرا الزام:

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''دوسری بات درج بالا عبارت میں یہ کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں اور عرش پر ان کی فوقیت ثابت ہے۔نزول ان کا ثابت ہے اور بندوں سے ان کا قرب ثابت ہے۔ان سب کا اقرار سلف صالح نے کیا ہے کہ اللہ کے اوصاف ہیں۔اللہ نے خود اپنے آپ کو اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو موصوف کیا ہے۔البتہ ہم ان کی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص حقائق کا علم اور ان ماہیات کا علم و معرفت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ لائق ہے اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں۔

یہاں حقائق مخصوصہ بذات اللہ تعالیٰ کی معرفت کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کیا ہے نفس معنیٰ و معرفت نہیں۔اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے اکابر کی طرح یہاں اس عبارت کے معنیٰ میں تحریف کی ہے اور فریق اول نے [جس کے بارے میں واسطی صاحب کا اصرار ہے کہ وہ سلفی ہے۔از عبدالواحد] اس طرح صفات کی ان ماہیات کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف موکول کیا ہے جو ان کے شایان شان ہیں۔

یہاں بھی محترم ڈاکٹر صاحب نے وہی کارنامہ کیا ہے۔ہمارا مقصود یہ ہے کہ فریق اول نے اللہ تعالیٰ کے لیے استوی اور فوقیت علی العرش کو تسلیم کیا ہے۔تو کیا اشاعرہ و ماتریدیہ یہ استواء علی العرش اور فوقیت باری تعالیٰ کو تسلیم کرتے ہیں؟ ایک دو عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ملا علی قاری لکھتے ہیں:

**أما علوه تعالىٰ علىٰ خلقه المستفاد من نحو قوله تعالىٰ: 'وهو القاهر فوق عباده' فعلو مكانة و مرتبة لا علو مكان كما هو مقرر عند أهل السنة و الجماعة.**

اللہ تعالیٰ کی بلندی اور فوقیت اپنی مخلوق پر جو قرآن کی بعض آیات مثلاً ''وهو القاهر فوق عباده'' سے مستفاد ہے تو وہ شان اور مرتبہ کی بلندی ہے، مکان کی بلندی نہیں ہے جیسا کہ یہ بات اہل سنت و الجماعت کے ہاں ثابت شدہ ہے۔

اور سعد تفتازانی لکھتے ہیں:

**و اذا لم يكن في مكان لم يكن في جهة لا علو و لا سفل و لا غيرهما لأنها حدود و أطراف للأمكنة أو نفس الأمكنة.**

جب اللہ تعالیٰ مکان میں نہ ہوئے تو پھر کسی جہت میں بھی نہیں، نہ اوپر نہ نیچے اور نہ ان کے علاوہ دیگر

جہات میں کیونکہ یہ یا تو مکان کے حدود اور اطراف ہیں یا پھر خود مکان ہے۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ اشاعرہ و ماتریدیہ فوقیت باری تعالیٰ کے قائل نہیں ہیں تو کتنی جرات سے یہ بات کی گئی کہ قول فریق اول ان فریقین میں اشاعرہ و ماتریدیہ کا قول ہے۔(عقیدہ سلف:340)

**جواب:** 1۔واسطی صاحب نے'' و نكل معرفة حقائقها المختصة بذاته تعالیٰ عليه ''کے ترجمہ میں تحریف کرنے کا الزام لگایا ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔معرفت کا مطلب علم ہے لہذا ترجمہ یہ ہوا کہ''وہ حقائق جو اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں ان کے علم کو ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں''۔یہ کہنا کہ ''اس شے کا علم اللہ کے سپرد کیا''اور یہ کہنا کہ''اس شے کا معنیٰ اللہ کے سپرد کیا''ایک ہی بات ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ کے لیے بلندی اور فوقیت کا انکار اشاعرہ و ماتریدیہ نے نہیں کیا البتہ ان کے مصداق میں س اشاعرہ کا اختلاف ہے۔ترجیح کس بات کو حاصل ہے اس کو ہم نے اپنی کتاب میں کھول کر ذکر کیا ہے۔

## خیانت کا تیسرا الزام:

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''اب (فریق اول کے عقائد کے) دوسرے ٹکڑے کو دیکھتے ہیں۔فرقہ اولیٰ کا کہنا ہے کہ کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو اوصاف اور حقائق مذکور ہیں ان پر ہم اس طور سے ایمان رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہیں۔اس طرح سے نہیں جو ہم خیال وتصور کرتے ہیں۔''(عقیدہ سلف:341)

قارئین دیکھیے!دوسرا ٹکڑا وہ ہے جس کو ہم نے پیچھے ایک چوکھٹے میں ذکر کیا تھا۔اس کے مضمون کے مقابلہ میں یہاں جتنی عبارت لکھی ہے وہ بہت کم ہے۔دوسرا ٹکڑا دوبارہ نوٹ کر لیجیے جس عبارت کے نیچے خط ہے اس میں وہ اوصاف ذکر ہیں جن سے اشاعرہ و ماتریدیہ اللہ تعالیٰ کو پاک اور منزہ مانتے ہیں جبکہ سلفی اللہ تعالیٰ کے ان کے ساتھ متصف ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

**و نعتقد أنه تعالیٰ منزه عن كيفية البعد و الحد و الاتصال و الانفصال و المسافة و الحلول و الاتحاد و العينية المطلقة و عن الأعضاء و الجوارح و الأبعاض و الأجزاء و عن جميع سمات الحدوث و لوازم الأجسام و الأعراض و نؤمن بكل ما ورد به الكتاب و السنة من حقائقه و أوصافه تعالیٰ علیٰ وجه يليق به لا كما نتخيل و نتعقل.**

ترجمہ:اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعد،حد،اتصال،انفصال،مسافت،حلول،اتحاد کی کیفیات سے اور عین مخلوق ہونے سے اور ان کے لیے اعضاء و جوارح اور ابعاض و اجزاء ہونے سے اور حدوث کے تمام تعلقات سے اور جسم کے لوازم سے اور اعراض سے سب سے پاک ہیں۔اور کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو حقائق و اوصاف مذکور ہیں ہم ان پر اس طور پر ایمان رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہیں اس طرح سے نہیں جو ہماری عقل وخیال میں آتے ہیں۔

واسطی صاحب نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ

''کیا اشاعرہ و ماتریدیہ قرآن وسنت میں مذکور تمام اوصاف مانتے ہیں؟ ایک دو عبارتیں اس بات کے ثبوت کے لیے ملاحظہ فرمالیں کہ اشاعرہ و ماتریدیہ قرآن وسنت میں مذکور تمام اوصاف تسلیم نہیں کرتے، سعد تفتازانیؒ لکھتے ہیں:

**و منها ما ورد كالاستواء و اليد و الوجه و العين و نحو ذلك و الحق أنها مجازات و تمثيلات.**

صفات جن میں اختلاف ہے، بعض وہ ہیں جو قرآن مجید میں وارد ہیں جیسے استواء، ید، وجہ، عین اور ایسے ہی دیگر صفات مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مجاز اور تمثیل ہے۔

پھر شرح میں لکھتے ہیں:

**و عند الجمهور و هو أحد قولي الشيخ أنها مجازات فالاستواء مجاز عن الاستيلاء أو تمثيل و تصوير لعظمة الله تعالىٰ و اليد مجاز عن القدرة و الوجه عن الوجود و العين عن البصر.**

جمہور کے نزدیک یہ وارد اشیاء مجازات ہیں، یہ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے دو اقوال میں سے بھی ایک قول ہے۔ استواء، غلبہ سے مجاز ہے، یا اللہ تعالیٰ کی عظمت کی تمثیل وتصویر ہے، اور ''ید'' قدرت سے مجاز ہے، اور ''وجہ'' وجود سے مجاز ہے، اور ''عین'' بصر سے مجاز ہے۔'' (عقیدہ سلف: 341)

**جواب:** واسطی صاحب کے اٹھائے ہوئے سوال کے دو جواب ہیں:

1۔ ابن قدامہ مقدسی (متوفی 620ھ) سخت قسم کے سلفی تھے اور ابن تیمیہ سے ایک صدی پہلے گذرے تھے اور مجاز کے قائل تھے۔ وہ اصول فقہ میں اپنی کتاب ''روضة الناظر و جنة المناظر'' ص: 35 پر لکھتے ہیں (جس کا ترجمہ یہ ہے):

قرآن پاک حقیقت اور مجاز پر مشتمل ہے اور مجاز سے مراد وہ لفظ ہے جو اپنے معنیٰ موضوع لہ سے ہٹ کر اس سے مختلف معنیٰ میں استعمال ہوا ہو اس طرح سے کہ مجاز کے استعمال سے کلام کا معنیٰ درست ہو جاتا ہے مثلاً وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ، وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ، جَاءَ أَحَدٌ مِنكُم مِنَ الْغَائِطِ، وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا، فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ، إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ ای اولیاء الله یہ سب مجاز ہیں کیونکہ ان سب میں لفظ کا استعمال معنیٰ غیر موضوع لہ میں ہوا۔ اب جس نے مجاز کا انکار کیا اس نے صرف دھونس سے کام لیا ہے۔

2۔ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ الفاظ کی حقیقت و مجاز میں تقسیم باطل ہے اور قرآن وحدیث کا ہر لفظ حقیقت ہے۔ اب ہم اپنے پیش نظر صفات متشابہات کو رکھتے ہیں مثلاً ید (ہاتھ)، وجہ (چہرہ)، قدم (پاؤں) وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا ظاہری معنیٰ میں اثبات یعنی یہ کہ اللہ کے لیے جوارح ہوں، یہ تو ممکن نہیں۔

اب اس کے بعد دو احتمال رہ جاتے ہیں ایک یہ کہ ان کو ہم اجمالاً اللہ تعالیٰ کی صفات مان لیں اور ان کی حقیقت اللہ کو تفویض کر دیں۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم اللہ کے شایان شان ایسا معنیٰ لیں جو موقع و مقام کے ساتھ کچھ جوڑ اور مناسبت رکھتا ہو۔

حاصل جواب یہ ہے کہ لفظ کا مجاز ہونا صفت ہونے کے معارض نہیں ہے۔

## خیانت کا چوتھا الزام:

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''اب ذرا تیسرے ٹکڑے کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ فرقہ اولیٰ کا قول بروایت ڈاکٹر صاحب یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر شایان شان استواء سے مستوی ہے۔ اور ان کو اپنے عرش پر شایان شان فوقیت حاصل ہے نہ عرش کے ساتھ اتصال کی کیفیت کے ساتھ اور نہ اس سے انفصال کی کیفیت کے ساتھ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا قرب رکھتے ہیں جو ان کی شایان شان ہے۔ نہ اس میں حلول و اتحاد ہے اور نہ اجسام واعراض کے قرب کے ساتھ تشبیہ ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر واسطی صاحب لکھتے ہیں:

کیا یہی عقیدہ ماتریدیوں کا ہے؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت و مکان نہیں ہے۔

شارح امالی کہتے ہیں:

**و اللہ تعالیٰ لیس علیٰ مکان و لا فی مکان و لا فی الجھات و لا فی الزمان بل کان و لا مکان، و ھو الآن علی ما کان.**

اللہ تعالیٰ کسی مکان پر نہیں، اور نہ کسی مکان میں ہے، نہ کسی جہت میں ہے، نہ زمان میں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ تھا اور مکان نہ تھا، وہ اب وہاں ہے جہاں پہلے تھا۔

بلکہ ان لوگوں کا تو یہ کہنا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے اوپر تسلیم کرتا ہے وہ کافر ہے۔

**تعالیٰ أن یحویہ مکان أو یحدہ زمان و ھو لا فی شئ و لا علیٰ شئ و لا من شئ فمن زعم ھذا فقد کفر.**

اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ مکان اس پر حاوی ہو جائے، یا زمان میں وہ محدود ہو جائے وہ کسی چیز میں نہیں ہے، اور نہ کسی چیز پر ہے اور نہ کسی چیز سے موجود ہے، جو کوئی یہ زعم رکھتا ہے وہ کافر ہے۔[345]

**جواب:** عقیدہ کا یہ ٹکڑا بھی اشاعرہ و ماتریدیہ کا عقیدہ ہے۔ یہ عرش پر استواء کو تو مانتے ہیں البتہ اللہ کی ذات کے ساتھ نہیں مانتے جبکہ سلفی کہتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہوا۔ پھر سلفیوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ کا استواء عرش سے بہت اونچا ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ عین عرش پر ہوا اور چار انگل کی جگہ باقی بچتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ چار انگل کی جگہ بھی نہیں بچتی۔ پھر واسطی صاحب

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تقلید میں ان کے قول کو لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے کہیں اوپر استواء کیا جس کی حالت عرش سے انفصال کی ہے اور دوسروں کے نزدیک اتصال کی کیفیت ہے۔

غرض اشاعرہ و ماتریدیہ کا جو عقیدہ ہے وہی حق ہے جبکہ سلفیوں کا عقیدہ خواہ وہ استواء میں ہو یا بندے کے ساتھ قرب میں بہرصورت درست نہیں صرف اشاعرہ و ماتریدیہ کا عقیدہ ہی موافق حق ہے کیونکہ ذات کی کیفیات کے بارے میں ہم لاعلم ہیں۔

**تنبیہ:** کوئی یہاں یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ تم نے کہا کہ پہلے فریق سے مراد اشاعرہ و ماتریدیہ ہیں اور دوسرے فریق سے مراد سلفی ہیں جبکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔تم نے پہلے فریق کے بارے میں بتایا کہ اس کے نزدیک اللہ کی صفت فوقیت اور صفت استواء کا حکم ایک جیسا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے اس کو وہ اللہ پر چھوڑتا ہے۔دوسرے فریق کے بارے میں تم کہتے ہو کہ وہ صفت فوقیت اور صفت استواء کے حکم میں فرق کرتے ہیں فوقیت کو محکم کہتے ہیں اور استوا وغیرہ کو متشابہ کہتے ہیں جبکہ ہمارے زمانے کے سلفی تو صفات کو متشابہ مانتے ہی نہیں۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ کونسا فرقہ ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ غیر مقلدوں اور پاک و ہند کے سلفیوں میں بھی نئے نئے فرقے بنتے رہے اور سب ہی اپنے کو اہلحدیث اور سلفی کہتے رہے۔

جمعیت مرکز اہل حدیث کے سیکرٹری عبد العزیز صاحب اپنے کتابچہ ''فیصلہ مکہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''اہل حدیث جو اپنے ایمانیات اور عقائد کی پختگی میں ضرب المثل تھے ایسے ہی......کی طرح رنگ بدلنے والے علماء کی وجہ سے متزلزل ہو گئے اور صفات الٰہی اور دوسرے ایسے ہی مسائل میں معتزلہ اور متکلمین وغیرہ کے مسلک سے اختلاف و ناپسندیدگی کی وہ شان جو کبھی ان میں پائی جاتی تھی وہ دن بدن کم ہوتی چلی گئی اور جوں ہی معتزلہ اور متکلمین کی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے والے حضرات ہم میں پیدا ہو گئے اور ان کی حوصلہ افزائی کی گئی جماعت میں مذہبی احساس دن بدن کم ہونے لگا''۔[ص:3,4]

عبد العزیز صاحب مزید لکھتے ہیں:

> ''عرصہ سے ہندوستان کے ہر گوشہ سے اہل حدیث کے باہمی اختلافات کی خبریں آ رہی ہیں جن کے رفع کرنے میں اہل ہمت نے اپنی طاقت کے موافق کوشش کی''۔(ص:8)

## فصل: 3......اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا کچھ بیان

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کے دو اہم طریقے ہیں:

i۔رسولوں کے ذریعہ۔

ii۔اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے ذریعہ۔

## تجلی کی حقیقت:

اللہ تعالیٰ کسی شے کو اپنی ذات کا عنوان اور اپنی معرفت کا اور اپنے احکام دینے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ اس وقت اس شے کی اپنی مستقل حیثیت ختم ہو جاتی ہے یعنی بالکل نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ اس لیے جب اس حالت میں اس شے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تو اس سے خود وہ شے مقصود نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقصود ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شے خود خدا بن جاتی ہے یا خدا اس میں حلول کر جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے:

ایک بڑے ملک کا بڑے جاہ وجلال والا بادشاہ ہے جس تک ہر کسی کی رسائی نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے ایک پبلک مقام پر ایک بڑا ٹی وی نصب کرا دیا اور اعلان کرا دیا کہ میری رعایا فلاں وقت اس ٹی وی کے گرد جمع ہو جایا کرے اور اس وقت ٹی وی پر ان کو جو حکم دیا جائے اس پر عمل کو واجب سمجھیں اور جس بات سے روکا جائے اس سے رک جائیں۔ اس اعلان کے بعد بادشاہ اپنی منتظمہ کے افراد کو کہتا ہے کہ وہ وقت مقرر پر اس مقام پر باادب حاضر ہوں اور بادشاہ ان کو جو حکم دے اس کو بجا لائیں۔ پھر وقت مقررہ ہو بادشاہ اپنا شاہی تاج پہن کر شاہی تخت پر بیٹھتا ہے اور براہ راست ٹی وی چلا دیا جاتا ہے۔ اب ٹی وی سکرین پر بادشاہ کی تصویر اور عکس آتا ہے۔ بادشاہ کسی کو قریب کرنے اور کسی کو دور کرنے کا حکم دیتا ہے، کسی کو انعام دینے اور کسی کو سزا دینے کا حکم دیتا ہے۔

اس مثال سے سمجھو کہ ٹی وی سکرین پر جو صورت نظر آتی ہے وہ اس بادشاہ کی تجلی ہے۔ مادی اعتبار سے بادشاہ اور ہے اور اس کا عکس اور ہے لیکن ظاہری صورت کے اعتبار سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ ہی ان کو حکم دے رہا ہے اور سکرین پر عکس وتصویر ہونے کی مستقل حیثیت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس عکس کی طرف اشارہ سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ حکم بعینہ بادشاہ ہی کی طرف سے ہے۔

جب تجلی سے مقصود تجلی کرنے والی ذات ہوتی ہے اور اسی کی طرف مکمل توجہ مطلوب ہوتی ہے اور تجلی والی شے کی اپنی ذاتی حیثیت معدوم ہو جاتی ہے تو ذات تجلی کے ذریعہ جن باتوں کا اظہار چاہتی ہے اور ان کو نمایاں کرنے کا ارادہ کرتی ہے ان کی نسبت ذات ہی کی طرف کرنا مناسب ہے۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص تجلی عرش پر قائم ہوئی تو یہی کہنا حقیقت اور مناسب ہے کہ اللہ عرش پر قائم ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اس طرف گئے، سمجھے کہ آگ ہے، تاپنے کے لیے کچھ لے آئیں۔ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی تھی۔ نہ وہ خود خدا تھی اور نہ خدا نے اس میں حلول کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے لیے عنوان اور اپنی معرفت کا ذریعہ بنا لیا تھا اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ آگ کے

مادے کی طرف نہ رہی بلکہ ان کی توجہ سراسر اللہ کی طرف رہی اوران کو یقین تھا کہ وہ خدا تعالیٰ سے براہ راست ہم کلام ہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیدار الٰہی کی درخواست پر بھی ایک نسبتاً بڑی تجلی نازل فرمائی جو جمال خداوندی کی محض ایک جھلک پر مشتمل تھی لیکن وہ بھی گویا تیز بجلی تھی جس کی برداشت کسی دنیوی مادے میں نہیں لہٰذا وہ پہاڑ اس تجلی کا تحمل نہ کرسکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر رات کو جب رات کی آخری تہائی باقی رہ جاتی ہے ہمارے رب (یعنی اس کی تجلی) کا آسمان دنیا کی طرف نزول ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کی پکار کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں''۔

(بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کی ایک وقت میں کئی تجلیاں ہوسکتی ہیں مثلاً عرش پر اس کی مستقل تجلی ہے خواہ وہ دن و رات کا کوئی بھی حصہ ہو۔ اس کے علاوہ ایک یہ تجلی ہے جو آسمان دنیا پر رات کے آخری حصہ میں ہوتی ہے۔ ان متعدد تجلیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے احکام کی نسبت کرنا ممکن ہے جو باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ عرش پر مستوی رہتے ہیں اور یہ کہ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نچلے آسمان پر اترتے ہیں

## واسطی صاحب کا ایک اعتراض:

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''مسئلہ استواء کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات نواب صدیق حسن خان مرحوم نے یہ لکھی کہ مندرجہ بالا سات آیات میں اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء پوری صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے دو جگہ پر ان آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے ''پھر بیٹھا عرش پر''۔ اور چار جگہ یوں کیا ہے ''پھر قائم ہوا تخت پر''، اور مولوی رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ نے یوں ترجمہ کیا ہے ''پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے''، ان کے والد محترم شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے یوں ترجمہ کیا ہے ''باز مستقر شد بر عرش''......

ڈاکٹر صاحب اور ان کے اصحاب کو چاہیے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کو بھی سلفیوں کی طرح گمراہ اور بے دین قرار دیں۔'' [عقیدہ سلف:360]

**جواب:** ان حضرات کے اور ان کے کیے ہوئے ترجمہ کے خلاف تو ہم جب کچھ کہتے جب انہوں نے عرش پر استوا بذاتہ کہا ہوتا یا یہ ان کا عقیدہ ہوتا۔ یہ حضرات تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا قول کرتے ہیں اور تجلی بیٹھنے کی حالت میں ہو یا قیام کی حالت میں یا قرار پکڑنے کی حالت میں ہو سب ممکن ہے اور درست ہے۔

## فصل:4......اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ہے یا نہیں

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے اہل سنت (یعنی سلفیوں) کا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیت سے قطعاً منزہ ہے۔''

(عقیدہ سلف:ص:349)

اہل سنت (اشاعرہ و ماتریدیہ) کا بھی یہی عقیدہ ہے لیکن سلفیوں کے اقوال اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا اثبات کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔جبکہ واقع میں اس کے خلاف دلائل موجود ہیں۔

جسم کس کو کہتے ہیں؟

جسم ہر اس شے کو کہتے ہیں:

i۔جو کچھ حجم رکھتی ہو اور ابعاد ثلاثہ کی حامل ہو۔ ii۔جو کچھ جگہ کو گھیرتی ہو۔

iii۔جو قابل تقسیم ہو اگر چہ تقسیم عقلی ہو۔

**سوال:** کیا سلفی اللہ تعالیٰ کے لیے جسم مانتے ہیں؟

**جواب:** سلفی اپنا عقیدہ تو یہی بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسمیت سے قطعاً منزہ ہے جیسا کہ اوپر نقل کیا گیا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی کیفیات ایسی بتاتے ہیں جو اس کے جسم ہونے پر کافی دلیل ہیں۔

**تنبیہ:** سلفی ایک طرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی کیفیت کا کچھ علم نہیں ہے۔مولانا عطاء اللہ حنیف ابن تیمیہ کی یہ بات نقل کرتے ہیں:

''کیفیت صفت کا علم تو کیفیت موصوف کا تابع اور فرع ہے۔جب موصوف (ذات) کی کیفیت کا پتہ نہیں تو صفات کی کیفیت کا پتہ کیسے چل سکتا ہے۔''(حیات شیخ الاسلام حاشیہ ص:429)

لیکن دوسری طرف وہ صفات کا لفظ بول کر اللہ تعالیٰ کی ذات کی کیفیات کے ثبوت کے دعویدار ہیں۔اس کا بیان یہ ہے:

سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ، پاؤں، چہرہ، دو آنکھیں، کان، پنڈلی اور پہلو ہیں البتہ دیگر اجسام کے اعضاء ان سے علیحدہ کئے جاسکتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے یہ اعضاء ذات سے جدا نہیں کئے جاسکتے۔مزید بریں ان اعضاء کی شکل و صورت مخلوق کی طرح کی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اپنے کان سے سنتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے بعض عمل بھی کرتے ہیں۔

بہت سے سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے قدم

کرسی پر رکھے ہیں جو عرش سے بہت نیچے ہے۔ پھر بیٹھے ہونے کی حالت میں بعض سلفی کہتے ہیں کہ عرش کی کچھ جگہ خالی نہیں رہتی جب کہ دوسروں کے نزدیک چار انگلی کی جگہ خالی بچ جاتی ہے۔ یہ واضح نہیں کہ چار انگلیاں کس کی مراد ہیں انسان کی یا اللہ تعالیٰ کی؟

سلفی اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پھیلاؤ کی حدیں بھی ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بوجھ کی وجہ سے عرش الٰہی چر چراتا ہے۔

## حاصل کلام

سلفیوں کے مذکورہ بالا عقیدوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات جسم بھی رکھتی ہے، بوجھ بھی رکھتی ہے، اور جگہ بھی گھیرتی ہے اور جب عرش قابل تقسیم ہے (جس کی یہ دلیل بھی ہے کہ قیامت کے دن اس کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی ذات بھی قابل تقسیم ہوئی کیونکہ وہ عرش کے پھیلاؤ پر بیٹھی ہے۔

علاوہ ازیں سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات اعضاء غیر منفکہ سے مرکب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا وہ حصہ جو پاؤں ہے وہ ہاتھ سے جدا اور الگ حصہ ہے۔ اس لیے اگر چہ وہ خارجی تقسیم کو قبول نہ کرے عقلی تقسیم کا تو انکار ممکن نہیں ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کی ذات کی جن کیفیات کا سلفی عقیدہ رکھتے ہیں ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ہونا لازم بین یعنی بالکل کھلا کھلا لازم ہے جس کا انکار ممکن نہیں لیکن سلفی پھر بھی اس کا انکار کرتے ہیں۔

اور لازم بین کے بارے میں یہ ضابطہ ہے:

1- اگر کسی صاحب عقل کے عقیدے کا کوئی ایسا لازم بین ہو جو باطل ہو تو وہ لازم بین بھی اس کا عقیدہ شمار ہوتا ہے۔

2- اگر وہ شخص اس لازم بین کا انکار کرے یعنی کہے کہ یہ اس کے عقیدے کا لازم بین نہیں ہے تو یہ لازم بین اس کا عقیدہ تو شمار نہ ہوگا لیکن ظاہر ہے کہ اتنی کھلی بات کا انکار کرنا بڑی بے عقلی اور حماقت ہے۔

اوپر واسطی صاحب کا یہ قول ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسمیت سے قطعاً منزہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ سے جسم کی نفی قطعی ہے جبکہ علامہ عثیمین قطعی حکم نہیں لگاتے اور لکھتے ہیں:

**لو قرأت القران من أوله الی آخره و مررت علی ماجاء عن النبی ﷺ من السنة من أولها الی آخرها لم تجد لفظ الجسم مثبتاً لله و لا منفياً عنه فی کتاب الله و لا فی سنة رسول الله ﷺ فما لنا نتعب أذهاننا و أفکارنا و نظهر ذلک بمظهر سوء بالنسبة لمن أثبت لله علی صفات الکمال علی الوجه الذی أراد الله. و اذا کانت کلمة الجسم غير واردة فی الکتاب ولا فی السنة فان اهل السنة و الجماعة يمشون فيها علی طريقتهم يقفون فيها موقف الساکت فيقولون لا نثبت الجسم و لا ننکره من حيث اللفظ.**

(ترجمہ: اگر تم قرآن پاک کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ اور تمام حدیثوں پر بھی اول سے آخر تک نظر ڈال لو تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے لیے جسم کے لفظ کا نہ تو اثبات ملے گا اور نہ اس کی نفی ملے گی۔ تو ہم اپنے دماغ پر اور اپنے غور وفکر پر بلاوجہ کیوں بوجھ ڈالیں جب کہ ہم جو اللہ کے لیے صفات کمال اس طریقے پر ثابت مانتے ہیں جیسے اللہ نے چاہا ہے۔ پھر بھی ہمارے ہی بارے میں بدگمانی کی جاتی ہے۔ اور جب کتاب وسنت میں جسم کا لفظ وارد نہیں ہے تو اہل السنة والجماعة ......یعنی سلفی......اس بارے میں اپنے طریقہ پر چلتے ہیں اور جسم کے لفظ کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ نہ یہ کہتے ہیں کہ ہم لفظ جسم کا اثبات کرتے ہیں اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی نفی کرتے ہیں۔)

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ آپ لوگ اللہ کے لیے جسم کے لفظ کا نہ تو اثبات کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی نفی کرتے ہیں لیکن دیگر بعض باتیں ایسی مانتے ہو اور کہتے ہو جو صرف جسم میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا عرش پر اپنی ذات سمیت بیٹھنا، ذات کے بوجھ سے عرش کا چرچرانا، اجزائے ذات ماننا مثلاً ہاتھ، پاؤں، پنڈلی، آنکھ اور کان وغیرہ۔

## فصل 5:......امام مالک اور عباسی خلیفہ منصور کا قصہ

میں نے اپنی کتاب ''صفات متشابہات'' کے صفحہ 8 پر یہ قصہ لکھا ہے:

''.......سلفی اور اہل حدیث دوسرے عام مسلمانوں کو بدعتی گمراہ اور فاسق بلکہ کافر ومشرک سمجھ کر اپنے مسلک کی دعوت دیتے ہیں اور دوسروں کو اپنے مسلک پر لا کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے زمانہ میں عباسی خلیفہ منصور نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کی ان تصنیف کردہ کتابوں کو پوری اسلامی سلطنت میں نافذ کردیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے منع کیا اور فرمایا کہ مختلف علاقوں کے لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور دین کی باتیں سیکھیں پھر واپس جا کر جیسے سیکھا تھا ویسے ہی اپنے علاقوں میں سکھایا اور لوگ اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں (یعنی وہ ایک سنت اور حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اس سنت سے ہٹا کر لوگوں کو مجبور کرنا کہ وہ دوسری سنت پر عمل کریں، صحیح نہیں) لہذا لوگوں کو ایسے ہی رہنے دیں۔''

اس بات کو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے:

**لما حج المنصور قال لمالک قد عزمت أن آمر بکتبک هذه التی صنفتها فتنسخ ثـم أبـعث فی کل مصر من أمصار المسلمین منها نسخة و آمرهم أن یعملوا بما فیها و لا یتعدوه الی غیره، فقال: یا أمیر المؤمنین لا تفعل هذا، فان الناس قد سبقت الیهم أقاویل و سـمـعوا أحـادیـث و رووا روایات و أخذ کل قوم بما سبق الیهم و أتوا به من اختلاف**

**الناس فدع الناس و ما اختار أهل كل بلد منهم لأنفسهم. (حجة الله: 145/1)**

امام مالک رحمہ اللہ نے جس بات کو بدعت سمجھا اور اسے درست نہیں سمجھا سلفی اور اہل حدیث اس بدعت کو اختیار کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔'' (صفات متشابہات: 8,9)

## واسطی صاحب کا پہلا اعتراض

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''اس ترجمے میں ڈاکٹر صاحب نے جو قطع و برید کی ہے اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔'' (ص: 35)

**جواب:** واسطی صاحب نے اس پر توجہ نہیں کی کہ ترجمہ یا تو اصل عبارت کے نیچے لکھا جاتا ہے یا اس کے سامنے لکھا جاتا ہے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ترجمہ پہلے لکھا جائے اور اصل عبارت ترجمہ کے نیچے لکھی جائے۔ غرض یہاں کتاب میں اصل تو اردو عبارت ہے۔ اس کا مضمون ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے اقتباس سے ماخوذ ہے۔ اور تائید کے لیے اصل عربی عبارت لکھ دی۔

2۔ دوسرے میں نے اردو عبارت کے شروع میں ''ترجمہ'' کا لفظ بھی نہیں لکھا ہے۔

## واسطی صاحب کا دوسرا اعتراض

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''پوری عربی عبارت کو بار بار پڑھئے۔ کیا آپ کو اس میں بدعت کا لفظ نظر آ رہا ہے؟ یقیناً نہیں ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کی اس عبارت کا مطلب ہے کہ امام مالک نے جس بات کو بدعت سمجھا اور اسے درست نہیں سمجھا سلفی اور اہل حدیث اس بدعت کو اختیار کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں؟''

واسطی صاحب نے مزید لکھا:

''اللہ کے بندے! پہلے یہ تو ثابت کرو کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو بدعت قرار دے دیا ہے۔ جب ان کا اس کام کو بدعت کہنا ثابت ہی نہیں تو سلفی کیونکر گناہگار ہوئے؟ پھر چلیں ہم مان لیتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو بدعت قرار دیا ہے مگر یہ تو ثابت کرو کہ امام مالک رحمہ اللہ نے دوسروں کو صحیح السند احادیث پر عمل کرنے کی دعوت دینے کو بدعت قرار دیا ہے۔ اگر یہ ثابت کیا جاتا تب ڈاکٹر صاحب کی بات درست ثابت ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہے۔

پھر اگر ہم مان لیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے بقول محترم کسی چیز کو بدعت قرار دیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کی دلیل اسی روایت میں صراحتاً موجود ہے۔ وہ ''**آمرهم أن يعملوا بما فيها ولا يتعدوه الىٰ غيره**''۔ (ترجمہ: میں لوگوں کو حکم دوں گا کہ وہ آپ کی تصنیف کردہ کتابوں پر عمل کریں اور دوسری کتابوں کو چھوڑ دیں)'' (عقیدہ سلف: 36)

**جواب:** ہم کہتے ہیں کہ حاکموں اور بادشاہوں کی دھمکیاں تو ایک طرف، ہمیں تو علمی دلائل سے بات

کرنی ہے اور حکم کو ثابت کرنا ہے۔ یہ احکام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ جن علاقوں میں صحابہ پہنچے خواہ وہ ان کے اپنے وطن کے ہوں یا اجنبی وطن ہوں اور وہاں کے لوگوں کو قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم دیتے رہے ہوں اور عوام ان پر عمل پیرا ہوں تو ان میں دوسری حدیثیں لا کر ان میں صحیح السند کا دعویٰ کر کے دینی انتشار پیدا کرنا جائز نہیں۔

2۔ جہاں اچھی استعداد والے اہل علم ہوں تو وہ آپس میں مذاکرہ کر سکتے ہیں تا کہ ایک دوسرے کو نئے احکام پر مشتمل نصوص سے آگاہی ہو جائے اور ناسخ ومنسوخ کا علم ہو جائے۔

اس کی تائید اسی موقع پر امام مالک رحمہ اللہ کے کہے ہوئے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

**ان الناس قد جمعوا و اطلعوا علیٰ أشياء لم نطلع عليها.**

[(ہم سے پہلے) لوگوں نے حدیثیں جمع کیں اور وہ ایسی احادیث وآثار پر مطلع ہوئے جن کی ہمیں اطلاع نہ ہوئی۔ (ان کا اور حدیثوں پر عمل ہے اور ہمارا اور پر ہے لیکن سب کا عمل حدیثوں پر ہی ہے)۔

(عقیدہ سلف:36)

**تنبیہ:** کسی علاقے کے عوام سلف صالح کی ترغیب وتعلیم سے کچھ مقبول حدیثوں پر عمل پیرا ہوں۔ اب دوسرے اپنی اختیار کردہ حدیثوں پر ان کو لانے کے لیے دوسری حدیثوں کو اختیار کرنے کی ترغیب دیں اور انتشار پیدا کریں یہی وہ بدعت ہے جو امام مالک کے قول سے مفہوم ہے۔

## فصل:6......واسطی صاحب کے نزدیک غیر ادراکی حالت میں انسانی روح آسمان کی طرف عروج بھی کرتی ہے اور جسم سے جدا بھی نہیں ہوتی

میں (یعنی عبدالواحد) نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ "عام عقل سلیم یہ بات تسلیم نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ان تمام کیفیتوں کے ساتھ جو سلفیہ بتاتے ہیں عرش پر بھی رہے اور آسمان دنیا پر بھی اتر جائے۔"

اس پر واسطی صاحب نے تنقید کرتے ہوئے لکھا:

"ممکن ہے کہ سلیم ان کا (یعنی عبدالواحد کا) بیٹا ہو اور ان کی عقل میں فتور ہو۔ سلیم اگر ٹھیک ہو تو وہ قرآن کی تصریح کے مطابق روح کا عروج بھی نیند میں مان لے گا اور اپنے بدن سے عدم مفارقت بھی۔ اور اگر عقل میں فتور ہو تو پھر اس کے اپنے اسے سمجھا سکتے ہیں۔ ہم دخل در معقولات نہیں کرتے لیکن لوگ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ [الزمر:42]

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ بہت سے لوگوں پر مشتبہ بنتا ہے کیونکہ اجسام میں ایسا ہونا ممتنع ہے مگر لوگوں پر اس کی معرفت آسان ہو جائے گی اگر وہ روح پر غور کریں کہ وہ آسمان کی طرف بھی

عروج کرتی ہے مگر بندہ سے الگ بھی نہیں ہوتی۔(عقیدہ سلف: 82)

**جواب:** واسطی صاحب کی مذکورہ بالا تحریر سے ان کا یہ دعویٰ سامنے آیا کہ انسانی روح ایک ہی وقت میں آسمان کی طرف عروج بھی کرتی ہے مگر جسم سے جدا بھی نہیں ہوتی۔لیکن واسطی صاحب کی جسم سے روح کی عدم مفارقت (یعنی عدم جدائی) والی بات درست نہیں۔

پہلے آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جو غیر مقلد عالم محمد جونا گڑھی صاحب کا ہے:

''اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔''

محمد جونا گڑھی صاحب کا ترجمہ درست ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ واسطی صاحب کی یہ بات کہ نیند میں روح جسم سے جدا نہیں ہوتی درست نہیں ہے۔

غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف کا تفسیری بیان:

انسان جب سو جاتا ہے تو اس کی روح اللہ کے حکم سے گویا نکل جاتی ہے کیونکہ اس کے احساس و ادراک کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو روح اس میں گویا دوبارہ بھیج دی جاتی ہے جس سے اس کے حواس بحال ہو جاتے ہیں البتہ جس کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہوں اس کی روح واپس نہیں آتی اور وہ موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔''

صلاح الدین یوسف صاحب ''گویا'' کے لفظ سے غالباً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نیند کے وقت روح جسم سے نکالی نہیں جاتی بلکہ جسم کے احساس وادراک کی قوت ختم کر دی جاتی ہے اور بیدار ہونے پر وہ قوت بحال کر دی جاتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر ان سونے والوں کی نیند میں موت نہ آئی تو ان کے بیدار ہونے پر ان کی ارواح کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے جسموں میں چلی جائیں۔اور اگر نیند میں ان کی موت کا وقت آ جائے تو ان کی ارواح کو بھی نہیں چھوڑا جاتا۔

صلاح الدین یوسف صاحب کی یہ بات ان کے آخری جملہ کے معارض ہے کیونکہ اس میں یہ لکھا ہے کہ جس کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہوں ان کی روح واپس نہیں آتی۔جس کا مطلب واضح ہے کہ روح جسم سے نیند میں نکال لی جاتی ہے۔

2۔انسان میں ادراک کرنے والی اصل چیز روح ہے۔انسان پر جب غیر ادرا کی حالت طاری ہوتی ہے مثلاً نیند، بے ہوشی اور موت ان حالات کے طاری ہونے کے وقت روح کو جسم سے الگ کر لیا جاتا ہے۔

نینداور بے ہوشی کی صورت میں روح کا جسم سے تعلق روح نکالے جانے کے باوجود قائم رہتا ہے اور موت کی صورت میں زندگی والا تعلق تو ختم کردیا جاتا ہے البتہ موت کے بعد روح کا جسم سے ایک نیا تعلق قائم کردیا جاتا ہے۔ تاکہ جسم پر راحت والم کے جو حالات گذریں روح ان کو محسوس کرتی جائے۔ جسم سے مراد ایک خلیہ (Cell) بھی ہوسکتا ہے۔ جمہور کے قول کے مطابق دفن کے بعد روح کو مردہ جسم میں لوٹانے سے مراد روح و بدن کے درمیان تعلق پیدا کرنا ہے۔

غرض روح کی نہ تو وہ حالت ہوتی ہے جو واسطی صاحب نے ذکر کی کہ روح سوئے ہوئے جسم میں بھی رہتی ہے اور آسمان پر عروج بھی کرتی ہے اور نہ ہی اس کی کسی حالت کو اللہ کے لیے نظیر بنایا جاسکتا ہے کیونکہ لیس کمثلہ شئ۔

## فصل: 7......حنفی فقہاء کی عبارتوں سے سلفیوں کا غلط استدلال

میری کتاب ”صفات متشابہات اور سلفی عقائد“ کے صفحہ 273 پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

”بعض سلفی حضرات مثلاً حافظ محمد زبیر صاحب نے حنفیہ کی کتابوں کے بعض الفاظ سے اپنے مسلک کو حق ثابت کرنے کی بیکار سعی کی۔ مثلاً فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ کی یہ عبارت: وکذلك اثبات الید والوجہ حق عندنا معلوم بأصلہ متشابہ بوصفہ ولا یجوز ابطال الأصل بالعجز عن ادراك الوصف بالکیف۔

(حافظ زبیر صاحب کا ترجمہ: اللہ کی صفات میں سے ہاتھ اور چہرے کا اثبات ہمارے نزدیک حق ہے اور اس کا اصل معنی (یعنی حقیقی معنی) معلوم ہے جب کہ اس کی کیفیت متشابہ ہے۔ پس صفات کے اصل (یعنی حقیقی) معنی کو اس وجہ سے رد کرنا جائز نہیں ہے کہ صفات کے اس اصل معنی کی کیفیت کا ادراک کرنا ممکن نہیں ہے۔ ماہنامہ محدث مارچ 2011ء ص 32)“

فخر الاسلام بزدوی کی عبارت میں لفظ معلوم باصلہ کا ترجمہ حافظ زبیر نے یہ کیا ”ہاتھ اور چہرے کا اصل معنیٰ“ (یعنی حقیقی معنیٰ) معلوم ہے۔ اس کے مقابلے میں میں نے ترجمہ یوں کیا ہے ”اس کی اصل یعنی اس کا صفت ہونا معلوم ہے۔“

اس کے جواب میں میں نے اپنی کتاب میں لکھا:

”صاحب مضمون نے بزدوی رحمہ اللہ کی عبارت کے معنی کو اپنا رنگ دے دیا ہے ورنہ بزدوی رحمہ اللہ کا مطلب یہ نہیں ہے۔ ان کی مراد معلوم کرنے کے لیے ان کی عبارت کو پیچھے سے لیں۔ اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ بزدوی کے نزدیک متشابہ کا جو ضابطہ ہے اس پر دی گئی مثالوں کو منطبق کیا جاسکے گا۔

**فاذا صار المراد مشتبھاً علی وجہ لا طریق لدرکہ حتی سقط طلبہ و وجب اعتقاد الحقیة فیہ سمی متشابھا ...... فأما المتشابہ فلا طریق لدرکہ الا التسلیم**

**فيقتضى اعتقاد الحقية قبل الاصابة (أى قبل يوم القيامة)...... و عندنا أن لا حظ للراسخين فى العلم من المتشابه الا التسليم على اعتقاد حقية المراد عند الله تعالىٰ...... و مثاله المقطعات فى اوائل السور و مثاله اثبات (كيفية) رؤية الله تعالىٰ...... و كذلک اثبات اليد و الوجه حق عندنا معلوم بأصله متشابه بوصفه ولن يجوز ابطال الأصل بالعجز عن درک الوصف.**

(ترجمہ: جب مراد مشتبہ ہو جائے اور اس کو جاننے کا کوئی طریقہ نہ رہے حتی کہ اس کی مراد کو معلوم کرنے کی طلب ہی نہ رہے اور صرف اس کو حق ماننا ہی واجب رہ جائے تو اس کو متشابہ کہا جاتا ہے............متشابہ کے معنی کو جاننے کا کوئی بھی طریقہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ آدمی سر جھکا دے اور اس دنیا میں اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھے......اور ہمارے نزدیک راسخین فی العلم کو بھی متشابہ کا معنی اس دنیا میں معلوم نہیں اور ان پر بھی لازم ہے کہ اس سے جو بھی اللہ کی مراد ہے اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھیں......اور (دوسری) مثال رؤیت باری تعالیٰ (کی کیفیت) کا اثبات ہے......اور اسی طرح (اللہ تعالیٰ کے لیے) ید اور وجہ کا اثبات ہے جو ہمارے نزدیک حق ہے۔ اس کی اصل معلوم ہے (یعنی اس کا صفت ہونا معلوم ہے) اور اس کا وصف متشابہ ہے (یعنی اس صفت کی حقیقت اور اس کا حقیقی معنی متشابہ ہے) اور صفت کی حقیقت کے علم سے عاجز ہونے سے خود اصل صفت کا انکار کرنا جائز نہیں ہے)۔[صفات متشابہات:273,274]

غرض فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ ''ید'' اور ''وجہ'' کو اصل کے اعتبار سے صفت مانتے ہیں لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد اور حقیقی معنیٰ کو متشابہ مانتے ہیں جس کو دنیا میں معلوم نہیں کیا جا سکتا لیکن مجلّہ ''محدث'' کے مضمون نگار علامہ بزدوی رحمہ اللہ کی طرف ''ید'' اور ''وجہ'' کے حقیقی معنیٰ جاننے کو منسوب کر رہے ہیں۔

واسطی صاحب فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ کی عبارت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''متشابہ کی اصلاً دو قسمیں ہیں:

1۔ایک قسم وہ ہے جس سے مفہوم بالکل سمجھا نہ جاتا ہو جیسے الم وغیرہ، جس کا نام حروف مقطعات ہے۔

2۔دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا لغت کے اعتبار سے مفہوم سمجھ میں آتا ہو مگر یہ معلوم نہ ہو کہ متکلم یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سے کس چیز کا ارادہ کیا ہے۔''

واسطی صاحب نے اپنی تائید میں ملاجیون کی تفسیرات احمدیہ سے یہ اقتباس بھی نقل کیا ہے:

**هكذا ذكر الشيخ الامام فخر الاسلام البزدوى فعلم من ههنا و مما ذكرنا سابقاً أن المتشابه اما لا يفهم منه معنىً أصلاً مثل الم وغير ذلک و سمى هذه مقطعات، و اما أن يفهم منه معنىً بحسب وضع اللغة، ولكن لا يعلم ما أراد المتكلم منه، لأن معناه الظاهر منه يكون مخالفاً للحكم كقوله تعالىٰ "وجه الله" و أمثاله.**

اس سے معلوم ہوا کہ ''وجہ'' اور ''ید'' کو فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ نے دوسری قسم میں سے شمار کیا ہے، جس کا معنیٰ بحسب اللغۃ معلوم ہے۔ اس سے ڈاکٹر صاحب کی ''معلوم باصله'' کے معنیٰ میں تحریف کرنا

واضح ہوجاتا ہے۔انہوں نے بریکٹ میں لکھا (یعنی اس کا صفت ہونا معلوم ہے) گویا ڈاکٹر صاحب یہاں اصل سے صفت ہونا مراد لیتے ہیں اور پھر متشابہ بوصفہ سے حقیقی معنیٰ مراد لیتے ہیں۔انہوں نے اس کا ترجمہ بھی بریکٹ میں یوں لکھا ''یعنی اس کا صفت ہونا معلوم ہے یعنی اس صفت کی حقیقت اور حقیقی معنیٰ متشابہ ہیں۔'' ہمارے علم کی حدتک اس عبارت کا یہ ترجمہ آج تک کسی نے نہیں کیا۔ڈاکٹر صاحب نے صرف اس بناء پر اس تحریف کو ضروری سمجھا کہ اس سے سلفیوں کی تردید ہوجاتی ہے۔'' (عقیدہ سلف:75)

واسطی صاحب کے کلام کا حاصل مندرجہ ذیل تین باتیں ہیں:

1۔معلوم باصلہ میں اصل معلوم ہے۔اس سے مراد صفت ہونے کو بتایا ہے۔یہ معنیٰ میں تحریف ہے۔

2۔معلوم باصلہ کی جو وضاحت ڈاکٹر صاحب نے کی وہ ان کی اپنی اختراع ہے۔

3۔معلوم باصلہ کی جو وضاحت ملاجیون نے اپنی تفسیرات احمدیہ میں کی ہے وہ سلفیوں کی تعریف کے موافق ہے۔

## واسطی صاحب کی تینوں باتوں کا جواب:

1۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ وجود میں دو چیزیں ہیں ایک ذات الٰہی اور دوسری صفات الٰہیہ ''وجہ'' اور ''ید'' سے اشاعرہ کے نزدیک اجزاء ذات مراد نہیں ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں ہیں۔اسی وجہ سے وہ تمام امور جن کا ظاہری معنیٰ اللہ کی شایان شان نہیں ان میں مذکور کو اللہ تعالیٰ کی صفت سمجھا جائے گا۔اس ضابطہ کی بنیاد پر ہم نے (معلوم باصلہ) کا یہ معنیٰ بتایا کہ ظاہر ''ید'' وغیرہ کا صفت ہونا معلوم ہے۔

**و مما ذكرنا سابقاً أن المتشابه اما لا يفهم منه معنىٰ أصلاً مثل الم وغير ذلك و سمى هذه مقطعات، و اما أن يفهم منه معنىٰ بحسب وضع اللغة، ولكن لا يعلم ما أراد المتكلم منه، لأن معناه الظاهر منه يكون مخالفاً للحكم كقوله تعالىٰ "وجه الله" و أمثاله.**

ترجمہ: اور ہماری مذکورہ بات سے معلوم ہوا کہ متشابہ کا یا تو کچھ مطلب سرے سے سمجھ میں نہیں آتا مثلاً ''الم'' وغیرہ۔ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے اور یا وضع لغت کے اعتبار سے معنیٰ سمجھا جاتا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ خود متکلم نے اس سے کیا مراد لیا ہے کیونکہ اس لفظ کا ظاہری معنیٰ تو شرعی حکم کے خلاف ہے مثلاً چہرہ خداوندی وغیرہ۔

ان آیتوں کی تفسیر واسطی صاحب کے ترجمہ کے مطابق بھی ان کے لیے کچھ مفید نہیں کیونکہ حروف مقطعات کا تو کوئی معنیٰ معلوم ہی نہیں ہے۔اور وہ صفات جن کا ظاہری معنیٰ معلوم ہے ان میں یہ معلوم نہیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے کس معنیٰ پر اس کا اطلاق کیا ہے۔

2۔اگر مان لیا جائے کہ ملاجیون نے ''ید'' سے اس کا حقیقی معنیٰ (آلہ جارحہ) سمجھا ہے جیسا کہ واسطی

صاحب کا دعویٰ ہے تو پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ ملا جیون ساتھ ہی یہ کیوں کہتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد ہمیں معلوم نہیں۔ یہ تو کھلا تضاد ہوگا کہ ہمیں ''ید'' کا معنیٰ معلوم بھی ہو اور معلوم نہ بھی ہو۔

اس کی مزید وضاحت اس طرح سے ہے کہ سامع جب اللہ تعالیٰ کے لیے ''ید'' کا لفظ سنتا ہے تو اس سے آلہ جارحہ کا معنیٰ سمجھتا ہے لیکن جب وہ اس پر غور کرتا ہے تو آلہ جارحہ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں پاتا۔ اب لامحالہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی صفت ہونے کا خیال کرتا ہے۔ صفت کی تعیین سے تو وہ عاجز ہے بس اجمال کے ساتھ اس صفت کو لے گا۔

غرض ملا جیون کی یہ بات سلفیوں کے کسی طور پر بھی موافق نہیں کیونکہ سلفی لفظ کے ظاہری معنیٰ کو ہی اللہ تعالیٰ کی مراد سمجھتے ہیں۔

**"معلوم باصله"** کا یہ مطلب لینا کہ اصل صفت ہونا معلوم ہے واسطی صاحب اس کو میری اختراع کہتے ہیں تو مجھے یہ قبول ہے کیونکہ بعض کلام ایک سے زائد معنیٰ کا احتمال رکھتا ہے مثلاً ''ید'' کا لفظ ہے تو اس میں دو احتمال ہیں ایک ظاہری معنیٰ کا جو کہ آلہ جارحہ کا ہے اور دوسرے اس میں صفت ہونے کا احتمال ہے۔ یہ احتمال قرآن و حدیث میں غور کرنے سے سامنے آتا ہے۔

## فصل:8......سلفیوں کا اپنے اہم اصولوں سے انحراف

### پہلا اصول خالق ومخلوق میں مباینت

واسطی صاحب نے اپنی کتاب ''عقیدہ سلف'' میں ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے:

''اور تمام وہ مشائخ جن کی دین میں اقتداء کی جاتی ہے اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں...... کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے مبائن اور جدا ہے۔ نہ اس کی ذات مخلوق میں ہے اور نہ مخلوق اس کی ذات میں ہے، قدیم کو حادث سے الگ جاننا واجب ہے اور اسی طرح خالق کو مخلوق سے ممیّز کرنا بھی لازم ہے۔ یہ بات مشائخ کے کلام میں اس کثرت سے موجود ہے کہ ان کا ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں ہے۔'' (عقیدہ سلف:ص:276)

پھر بائن ہونے کی صورت کو ذکر کرتے ہیں:

''عبداللہ بن مبارک کا وہ قول ہے جس کو امام ابوالقاسم لالکائی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ بأنه فوق سمائه و أنه على عرشه بائن من خلقه...... یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر ہے اپنی مخلوق سے جدا اور الگ ہے......'' (عقیدہ سلف:ص:278)

**جواب:** واسطی صاحب نے اپنے مسلک کا یہ ضابطہ تو پوری وضاحت کے ساتھ بتا دیا لیکن وہ بہت سے امور جو اس ضابطہ کے خلاف جاتے ہیں ان کا کچھ جواب نہیں لکھا مثلاً:

1۔ کرسی عرش کے اندر کی چیز ہے اور مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاؤں رکھنے کی جگہ ہے۔

2۔تمام سلفی اس بات کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو جو مقام محمود عطا ہوگا اس کے دو معنیٰ ہیں:

i۔شفاعت کبریٰ۔ ii۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر بیٹھنے کا اعزاز۔

3۔مشہور غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف اپنے تفسیری حواشی میں لکھتے ہیں:

''یہ بھی ممکن ہے کہ اس عرش سے مراد وہ عرش ہو جو فیصلوں کے لیے زمین پر رکھا جائے گا، جس پر اللہ نزول اجلال فرمائے گا۔''

اور ظاہر ہے کہ یہ عرش اس بڑے عرش کے اندر ہوگا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات عالم سے مباین اور جدا نہ ہوئی بلکہ اس کے اندر ہوئی۔میدان حشر بھی اللہ تعالیٰ کا مخلوق ہوگا اور عرش کے گھیراؤ کے اندر ہوگا۔اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن نزول اجلال فرمائیں گے تو عالم کے اندر داخل ہو جائیں گے، جدا نہیں رہیں گے۔

4۔اللہ تعالیٰ جہنم پر اپنا پاؤں رکھیں گے۔جہنم بھی عالم کا ایک حصہ اور مخلوق ہے لہذا اللہ کا پاؤں مخلوق سے جدا نہ ہوا۔

## فصل:9......دوسرا اصول اور میری کتاب پر اعتراض

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک بنیادی اصول

(سلفیہ کا) یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مکمل علم ہو کہ وہ ان صفات سے کیا رویہ رکھتے تھے؟ اس مقصد کی توضیح کے لیے ہم چند اقوال اپنے احباب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ابو القاسم سہیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

**فان قیل: و کیف خوطبوا بما لا یفھمون و لا یعقلون اذ الید بمعنیٰ الصفۃ لا یفھم معناہ .... قلنا لیس الأمر کذلک بل کان معناھا مفھوماً عند القوم الذین نزل القرآن بلغتھم لذلک لم یستفت واحد منھم عن معناھا و لا خاف علیٰ نفسہ توھم التشبیہ و لا احتاج الیٰ شرح و تنبیہ و کذلک الکفار لو کانت عندھم لا تعقل الا فی الجارحۃ لتعلقوا بھا فی دعویٰ التناقض و احتجوا بھا علیٰ الرسول علیہ السلام و لقالوا لہ زعمت أن اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شئ ثم تخبر أن لہ یداً کأیدینا و عیناً کأعیننا. و لما لم ینقل ذلک عن مؤمن و لا کافر علم أن الأمر کان فیھا عندھم جلیاً لا خفیاً.**

(ترجمہ: اگر کہا جائے کہ کیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کلام سے مخاطب کیا گیا جس کو وہ سمجھتے بھی نہیں تھے اور استعمال بھی نہیں کرتے تھے کیونکہ ''ید'' صفت کے معنیٰ میں نہیں سمجھا جاتا۔ہم کہتے ہیں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ ان صفات کا معنیٰ اس قوم کو معلوم تھا جن کی لغت میں قرآن کا نزول ہوا ہے۔اسی

لیے تو صحابہ کرام میں سے کسی ایک فرد نے بھی اس کا معنیٰ نبی ﷺ سے نہیں پوچھا اور نہ اپنے نفس پر تشبیہ کے تو ہم سے خائف ہوا اور نہ ان صفات کے لیے کسی شرح و تنبیہ کا محتاج ہوا......اور اسی طرح کفار کا بھی معاملہ ہے۔ اگر ان کے نزدیک ''ید'' سے فقط جارحہ سمجھا جاتا تو وہ بھی دعویٰ تناقض کر لیتے اور رسول اللہ ﷺ پر اس کو حجت بناتے اور کہتے ہیں کہ تیرا دعویٰ یہ ہے کہ **لیس کمثلہ شی**ٔ مگر پھر دوسری جگہ تو خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں جیسے ہیں، اس کی آنکھیں ہماری آنکھوں جیسی ہیں۔ لیکن جب ایسی کوئی بات نہ کسی کافر سے منقول ہے اور نہ کسی مسلمان سے تو ثابت ہوا کہ ان صفات کا مفہوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بالکل جلی اور واضح تھا، خفی اور مبہم قطعاً نہ تھا)۔ [عقیدہ سلف: 264, 265]

اب اس اصول کی روشنی میں ڈاکٹر (عبدالواحد) صاحب کی یہ عبارت بطور اعتراض ملاحظہ فرمالیں:

''علامہ عثیمین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو تمام صفات کیلئے معیار و میزان کہتے ہیں۔ یہ بات ہمیں بھی تسلیم ہے لیکن صفات تو ہوں۔ غیر صفات اور اجزائے ذات میں تو معیار نہیں ہے۔ لیکن علامہ عثیمین اجزائے ذات کو صفات باور کرانے پر مصر ہیں۔ غرض امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ضابطہ صفات مثلاً استواء، حیات اور کلام وغیرہ میں تو چلتا ہے، ہاتھ پاؤں اور چہرے وغیرہ میں نہیں چلتا کیونکہ وہ حقیقت میں صفات نہیں ہیں اجزائے ذات ہیں۔'' (عقیدہ سلف: 266)

## ضروری تنبیہ:

یہ بات میں (عبدالواحد) نے اس کتابچہ کے دوسرے مقام پر بھی واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، قدم اور چہرے کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو اشاعرہ اور ماتریدیہ کا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اجزاء نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی شایان شان صفات ہیں اور ان کا معنیٰ و مفہوم ہمیں نہیں بتایا گیا اس لیے ہم اس کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

واسطی صاحب ایسے موقعوں پر بات کو گھما کر یہ تأثر دیتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ، قدم اور چہرہ کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اجزاء ہیں، صفات نہیں ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سلفیوں اور غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعضاء و اجزاء ہیں لیکن یہ کبھی اللہ کی ذات سے جدا نہیں ہوتے، صفات کی طرح ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں اس لیے اجزائے ذات ماننے کے باوجود سلفی ان کو صفات کہہ دیتے ہیں۔ واسطی صاحب کی تمام ناانصافیوں کو ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

واسطی صاحب اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

''......یہ قول فضول ہے۔

اولاً اس لیے کہ اگر ہاتھ، چہرہ، آنکھیں وغیرہ سے اجزائے ذات مراد ہوتے تو صحابہ کرام نے نبی

ﷺ سے پوچھا کیوں نہیں کہ اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے اجزاء کیسے ثابت کیے؟ اور اگر انہوں نے نہیں پوچھا تو نبی ﷺ نے خود کیسے ان الفاظ کے استعمال کو گوارا کر لیا؟ اور کیوں اللہ تعالیٰ سے وضاحت طلب نہیں کی؟ اور کفار نے کیوں قرآن مجید اور نبی ﷺ کے دعویٰ کو متناقض نہیں ٹھہرایا؟......ثانیاً صحابہ کرام کو تشبیہ کا خوف کیوں لاحق نہیں ہوا؟ نہ اپنے بارے میں اور نہ آنے والی نسلوں کے بارے میں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کیوں وضاحت کیے بغیر ان آیات اور اجزاء ذات کو بعد میں آنے والوں کے لیے بغیر وضاحت کے سپرد کر دیا۔ کیا انہیں یہ خوف نہیں تھا کہ لوگ کفر میں مبتلا ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام کو ان صفات کا معنیٰ معلوم ہونا ایسی بات ہے کہ سلفیوں کے بدترین مخالف بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہے......تقی الدین حصنی جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا جانی دشمن ہے وہ بھی ایک جگہ امام مالک کے قول کی تشریح کرتے ہوئے یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ:

سوال استوا کے بارے میں بدعت ہے۔ یہ اس لیے کہ صحابہ کرام استوا کے بارے میں علم رکھتے تھے اور لغت عرب کے مطابق اس کا جو لائق معنیٰ تھا وہ انہیں معلوم تھا، وہ استوا کے بارے میں سوال کرنے کے محتاج نہ تھے۔ اور جب استوا کا علم رکھنے والے لوگ محوخواب ہو گئے (یعنی وفات پا گئے) اور وہ لوگ پیدا ہوئے جو ان کی لغت کے وضع کو نہ جانتے تھے، نہ ان کے دلوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جیسا نور (ایمان) تھا تو جاہل لوگوں سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کرنے لگ گئے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر جائز ہوں، اس کام سے کج دل اور کج فکر لوگ خوش ہو گئے اور انہوں نے لوگوں کے ذہنوں میں شبہات ڈالنا شروع کیے۔'' (عقیدہ سلف: 266,267)

واسطی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ان دو عبارتوں سے ایک تو یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیات الصفات کا مطلب جانتے تھے اور دوسرا مسئلہ تقی الدین حصنی کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام چونکہ عربی لغت کے اوضاع کا علم رکھتے تھے اس لیے انہوں نے استواء کا لائق و مناسب مفہوم لیا اور سوال کرنے کے محتاج نہیں ہوئے۔ بعد میں وہ لوگ آئے جو لغت کا علم نہیں رکھتے تھے تو فساد اور شبہات کا دور شروع ہو گیا۔'' (عقیدہ سلف: 267)

## میرا (عبدالواحد کا) جواب:

واسطی صاحب نے جو بنیادی اصول ذکر کیا ہے وہ صرف اتنا ہے:

''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مکمل علم ہو کہ وہ ان صفات (متشابہات) سے کیا رویہ رکھتے ہیں۔''

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ واسطی صاحب نے یہاں جو باتیں خود کہی ہیں یا دوسروں کی نقل کی ہیں

وہ بہت کمزور ہیں مثلاً:

میری (یعنی عبدالواحد کی) طرف سے واسطی صاحب کے شبہ کے جواب میں یہ امور ہیں:

1۔آگے کے بیان سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان صفات کا وہ مفہوم جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق اور لغت کے وضع کے بھی بالکل مطابق تھا اور ایسا اس وجہ سے تھا کہ صحابہ کو اوضاع کا بھی علم تھا اور ان کو نور ایمان بھی حاصل تھا۔

غرض واسطی صاحب کے نزدیک صفات متشابہات کے معنیٰ ومفہوم کو جاننے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔ایک لغت کے اوضاع کا علم ہو اور دوسری صحابہ کے جیسا نور ایمان ہو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نور ایمان کا تو کیا ہی کہنا کہ غیر صحابی کا نور ایمان کسی ادنیٰ صحابی کے نور ایمان کے برابر نہیں ہوسکتا۔رہی بات لغت عرب کے اوضاع کے علم کی تو اس بارے میں میں یہ کہتا ہوں کہ علم میں تمام صحابہ یکساں درجے کے نہ تھے۔پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ کوئی بھی لغت عرب مراد نہیں ہے بلکہ خاص لغت قریش مراد ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اپنے دور خلافت میں سرکاری اہتمام کے ساتھ قرآن پاک کے کچھ نسخے معیار کے طور پر لکھوائے تو فرمایا کہ کسی مقام پر اگر تمہارا اختلاف ہوجائے تو اس کو قریش کی لغت میں لکھنا کیونکہ قرآن لغت قریش میں نازل ہوا تھا۔

واسطی صاحب نے سہیلی کا جو حوالہ دیا ہے اس کا ان دونوں باتوں کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔

2۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اوضاع کا علم خالص اہل زبان ہونے کی وجہ سے دور کفر میں بھی حاصل تھا کیونکہ کسی صحابی نے یہ انکشاف نہیں کیا کہ کفر کے زمانے میں مجھے استواء کا مطلب معلوم نہ تھا لیکن اسلام قبول کرتے ہی نور ایمان سے اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق اوضاع کا علم مجھے خود بخود حاصل ہوگیا۔خود رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہی۔معارضہ تو کیا قائم کیا جاتا کیونکہ نبی کے ساتھ معارضہ صحابہ سے متصور نہیں لیکن صحابہ یہ بھی تو جانتے تھے کہ قرآن کے کہے کے مطابق رسول اللہ ﷺ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے تھے اور اس کے معانی بھی بیان کرتے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے حاصل شدہ مفاہیم کی تصدیق ہی کرالیتے۔

3۔کسی بھی لغت کے اوضاع ہوں وہ بڑھتے ہی رہتے ہیں کم نہیں ہوتے کیونکہ یہ کوئی خفیہ راز نہیں ہوتے اور ان کے بڑھنے کا دارومدار لفظ کے مختلف معنیٰ میں استعمال ہونے پر اور استعمال کو محفوظ رکھنے پر ہوتا ہے۔

4۔واسطی صاحب نے ابوالقاسم سہیلی کے حوالے سے جو بات ذکر کی ہے اس سے صاف واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک ''ید'' سے اس کا ظاہری معنیٰ مراد نہ تھا بلکہ ''ید'' بمعنیٰ الصفۃ تھا کیونکہ علامہ سہیلی کا سوال ید بمعنیٰ الصفہ کی صورت میں ہی بنتا ہے اور اسی کا انہوں نے جواب دیا ہے ورنہ

ظاہری معنیٰ تو سب کو معلوم تھا اور یہی بات اشاعرہ و ماترید یہ کہتے ہیں جبکہ خود سلفی حضرات ''ید'' سے اس کا ظاہری معنیٰ مراد لیتے ہیں جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں تصور نہیں تھا اس لیے واسطی صاحب کا ذکر کردہ اصول ان کے اپنوں کے ہی خلاف ہے۔

## مذکور اصول پر اٹھنے والا ایک شبہ اور واسطی صاحب کا جواب

اس بنیادی اصول پر اٹھنے والے ایک شبہ کو واسطی صاحب نے ذکر کیا۔ پھر واسطی صاحب نے اس شبہ کا جواب دیا۔ وہ شبہ اور اس کے جواب کو ہم دوبارہ نقل کرتے ہیں:

**شبہ**: ''جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفات کا وہ مفہوم جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق تھا اور لغت کے وضع کے بھی بالکل مطابق تھا تو انہوں نے ان دو چیزوں کو تابعین اور پھر انہوں نے تبع تابعین کو کیوں منتقل نہیں کیا؟ اس کا جواب ضرور ملنا چاہیے۔''

### واسطی صاحب کا جواب:

''ہمارے خیال کے مطابق تو جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین کو اور انہوں نے پھر تبع تابعین کو یہ علم منتقل کیا اس لیے ان سے بھی اس بارے میں سوالات و تاویلات وارد نہیں ورنہ اگر وہ نہ جانتے ہوتے تو اپنے اساتذہ سے وہ سوال ضرور کرتے۔ باقی رہا امام مالک کا سوال تو وہ کیفیت کے بارے میں تھا استوا کے معنیٰ اور حقیقت کے بارے میں نہ تھا۔''

### واسطی صاحب کے جواب میں سقم:

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ واسطی صاحب کے جواب میں مندرجہ ذیل سقم ہیں:

### پہلا سقم:

واسطی صاحب کے بقول جب صحابہ نے تابعین کو اور تابعین نے تبع تابعین کو ان اوضاع لغت کی تعلیم دی تو ان آخری دو طبقوں کے لیے کیا رکاوٹ تھی کہ وہ ان اوضاع کو لکھ کر محفوظ کر لیتے یا زبانی اور اعلانیہ روایت کرتے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک وہ علم پہنچتا۔ تبع تابعین کو ایسا بنا دیا کہ انہوں نے اپنے بڑوں سے تو علم حاصل کر لیا لیکن پھر اسی حال میں دنیا سے چلے گئے کہ مجال ہے کہ اگلی نسلوں کو متعلقہ اوضاع کی ہوا تک لگنے دی ہو۔ کیا ان پر علم کی تبلیغ فرض نہ تھی؟

### دوسرا سقم:

واسطی صاحب نے یہ تو جواب دیا کہ صحابہ نے تابعین کو اوضاع کا علم سکھایا اور تابعین نے تبع تابعین کو سکھایا لیکن اس کی کچھ تفصیل ذکر نہیں کی کہ کون سے صحابی نے کس تابعی کو اوضاع کا کتنا علم سکھایا۔ آخر اس کو

ایک راز بنا کر کیوں رکھا۔ یہی بات تابعین نے جو تعلیم دی اس کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ پھر کیا کل صحابہ نے کل تابعین کو اوضاع کا علم سکھایا یا بعض نے بعض کو۔ اگر ایسا ہے تو وہ بعض کونسے تھے؟

تیسرا سقم:

پھر واسطی صاحب کے جواب کی حیثیت تحقیق و دلیل سے خالی محض ایک خیال اور اٹکل کی ہے اس لیے فرماتے ہیں: ''ہمارے خیال کے مطابق''۔ یہ تو واسطی صاحب کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔

چوتھا سقم:

واسطی صاحب نے ایک ایسی دلیل دی ہے جو دلیل کہلانے کے قابل نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر تابعین اور تبع تابعین کے پاس اوضاع کا علم نہ ہوتا تو وہ اپنے اساتذہ سے معارضہ کرتے اور سوال کرتے۔ ان کا سوال نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو علم حاصل تھا اور ان کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔

اس دلیل کی خرابی یہ ہے کہ ایک وقت تھا کہ تابعین کو مطلوبہ اوضاع کا علم نہ تھا۔ پھر صحابہ نے ان کو وہ علم سکھایا۔ اس کی تعلیم سے پہلے وہ لاعلم تھے۔ اس وقت واسطی صاحب کے اصول اور ضابطہ کے مطابق ان کو اپنے اساتذہ سے سوال یا معارضہ کرنا چاہیے تھا جو انہوں نے نہیں کیا۔ پھر یہ بھی احتمال ہے کہ صحابہ نے تابعین کے سوال کرنے پر اوضاع کی تعلیم دی ہو۔ ایسا ہی احتمال تابعین اور تبع تابعین کے درمیان ہے۔

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں اصل بات یوں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس باہر سے تشریف لائے۔ اس وقت ہم تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے۔ اس پر آپ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے سرخ ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہے۔ فرمایا کیا تم کو اسی بات کا (یعنی مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے کا) حکم دیا گیا ہے یا میں اس بات کے لیے تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں۔ میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم اس بارے میں جھگڑے (اور اختلاف) میں مت پڑنا۔ (ترمذی)

تقدیر کو اجمالی طور پر سمجھنا آسان ہے۔ وہ یہ ہے کہ عالم وکائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ازلی علم و ارادہ کے ماتحت ہے۔ اس کی تفصیل و بحث میں پڑو گے تو ذہن بہت سے خلجان میں مبتلا ہوں گے۔ ان خلجانوں کو حل کرنے کی کوشش میں لگیں گے تو آپس میں اختلاف ظاہر ہوں گے جن کا ایک نقصان یہ بھی ہوگا کہ آپس میں دلوں میں کدورت و رنجش پیدا ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صحابہ میں دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد میں کمزوری آئے گی۔ حالانکہ غلبہ اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے کام لینا ہے۔ مسئلہ تقدیر کا ایک ظاہری حکم ہے اور دوسرا باطنی حکم ہے۔ ظاہری حکم یہ ہے کہ صحابہ مسئلہ تقدیر پر بحث مباحثہ نہ کریں اور باطنی حکم یہ ہے

کہ اجمالی علم پر اکتفاء کریں جو ایمان کے لیے کافی ہے۔

صفات متشابہات کا بھی یہی حال ہے صحابہ کو ان صفات کی تعیین کے لیے بحث و مباحثہ میں لگنا اصل ایجنڈا (agenda) سے انحراف کرنا ہے۔ ان کے بارے میں ایک ظاہری حکم ہے اور دوسرا باطنی حکم ہے۔ ظاہری حکم یہ ہے کہ لفظ کا ظاہری معنیٰ ترک کر دیا جائے کیونکہ وہ آلہٗ جارحہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں البتہ لفظ کا پڑھنا پڑھانا ویسے ہی ہو جیسا کہ وارد ہے مثلاً ''ید'' ہی پڑھیں۔ البتہ دوسری زبان میں متبادل استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً ''ید'' کی جگہ ''ہاتھ'' اور hand اور ''وجہ'' کی جگہ ''چہرہ'' اور face۔ ان صفات کا باطنی حکم یہ ہے کہ بارگاہ وجود باری میں صرف دو چیزیں ہیں ایک ذات خداوندی اور دوسری صفات الٰہی۔ لہذا ''ید'' اور ''وجہ'' سے صفات مراد ہوں گی اور چونکہ ان صفات کی تعیین دنیا میں انسانوں کے لیے نہ تو ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے اس لیے ان سے اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے وہی حق ہے اور اس کا علم بھی اللہ کے سپرد ہے۔

## فصل: 10......تیسرے اصول سے انحراف

سلفیوں کا دعویٰ ہے کہ اشاعرہ جن صفات کو صفات متشابہات کہتے ہیں وہ ان کے نزدیک متشابہات میں سے نہیں اور ان کے ظاہری معنیٰ ہی مراد ہیں پھر بھی صفات کی کنہ و ماہیت نہیں جانتے اور تفویض کرتے ہیں۔ یہ تو سلفیوں کا ایک قول ہے۔ ایک قول اور بھی ہے اور یہ دونوں قول ایک دوسرے کے معارض ہیں۔

### پہلا قول:

صفات متشابہات کی ماہیت معلوم نہیں۔

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات کا مفہوم معلوم ہے مگر ان کی کنہ و حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس بات کو اس طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ہمیں جنت کی نعمتوں کا علم ہے اور جنت کے ثمرات کا بھی علم ہے مگر ان کی کنہ اور حقیقت صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ گویا ہمارا علم اجمالی ہے، تفصیلی علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ایمان کے لیے اجمالی علم کافی ہے۔ حافظ ابن القیم لکھتے ہیں:

**ان العقل قد یئس من تعریف کنه الصفة و کیفیتها فانه لا یعلم کیف الله الا الله . هذا معنیٰ قول السلف بلا کیف ای بلا کیف یعقله البشر فان من لا تعلم حقیقة ذاته و ماهیته کیف تعرف کیفیة نعوته و لا یقدح ذلک فی الایمان بها و معرفة ایمانها.**

(ترجمہ: بے شک عقل انسانی صفات الٰہی کی کنہ اور کیفیت کو جاننے سے مایوس ہو چکی ہے۔ اللہ کے کیف کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور یہی معنیٰ ہے سلف کے قول بلا کیف کا یعنی بغیر ایسی کیفیت کے جس کو بشر جانتے ہوں۔ جس ذات کی حقیقت و ماہیت معلوم نہ ہو سکتی ہو تو اس ذات کی نعت اور صفات کی کیفیت کو

کس طرح جانا جا سکتا ہے؟ مگر اس کی کنہ اور حقیقت کا معلوم نہ ہونا ان صفات پر ایمان رکھنے میں قادح نہیں ہے اور نہ اس کے معنیٰ جاننے میں حارج ہے۔۔۔)۔(عقیدہ سلف:127)

علامہ عثیمین لکھتے ہیں:

**وانما قلنا الحقيقة لاجل ان يشتمل ما اخبر الله به عن اليوم الآخر من ثواب الجنة و نعيمها و ما فيها من النعيم فان هذا النعيم لا نعلم حقيقته و لا كنهه مثلاً طعمه لا ندركه صحيح اننا نعرف معنىٰ السمع علىٰ سبيل العموم.**

(ترجمہ: ہم نے حقیقت کا لفظ اس لیے رکھا تا کہ یہ ان چیزوں کو بھی شامل ہو جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے مثلاً جنت کا ثواب اور نعمتیں۔ان نعمتوں کی حقیقت اور کنہ کو تو ہم نہیں جانتے مثلاً ہم ان کے ذائقے کو نہیں جانتے۔ یہ درست ہے کہ ہم سمع کا معنیٰ علیٰ سبیل العموم جانتے ہیں جو مسموع کا ادراک ہے مگر جیسا کہ اس کا سمع ہے اس کی حقیقت کو ہم نہیں جانتے۔)''(عقیدہ سلف:ص:127,128)

''عقیدہ تدمریہ'' پر اپنی شرح میں شیخ فالح لکھتے ہیں:

**و اما الذى لا يعلمه الا الله فهو حقائق ما اخبر الله به عن نفسه و عن اليوم الآخر فان هذه الاشياء نفهم معناها لكنا لا ندرك حقيقة ما هى عليه فى نفس الامر.**

(ترجمہ: وہ امور جو صرف اللہ ہی جانتے ہیں ان سے مراد وہ حقائق ہیں جن کی اللہ نے اپنے بارے میں اور امور آخرت کے بارے میں خبر دی ہے کیونکہ ان امور کے معنیٰ کو ہم جانتے ہیں لیکن ان کی حقیقت و ماہیت کو نہیں جانتے)۔

مذکورہ عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ صفات متشابہات کے بارے میں سلفیوں نے تین چیزوں کا ذکر کیا ہے:

(1) صفت کا ظاہری معنیٰ جو کہ حقیقی مطلوب و مراد ہے۔(2) صفت کی کنہ و ماہیت اور (3) صفت کی کیفیت۔ پھر سلفی ظاہری معنیٰ کے معلوم و مفہوم ہونے کے قائل ہیں اور صفت کی کنہ کا اور صفت کی کیفیت کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

## دوسرا قول:

صفات متشابہات کی ماہیت کا علم ہے۔

ایک شخص نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ تو قرآن پاک میں ہے کہ رحمٰن نے عرش پر استواء کیا تو اللہ تعالیٰ نے عرش پر کس طرح استواء فرمایا؟ اس سوال کے جواب میں امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: استواء مجہول نہیں ہے اور کیفیت استواء معقول نہیں، ایمان رکھنا استواء پر واجب ہے، اس کی کیفیت کا سوال کرنا بدعت ہے۔

واسطی صاحب نے <u>قول امام مالک کا پہلا نکتہ</u> کو عنوان بنا کر لکھا:

1۔ اس قول سے پہلا نکتہ یہ معلوم ہوا کہ استواء کی حقیقت معلوم ہے کیونکہ اس آدمی نے حضرت امام سے

کیفیت کا سوال کیا تھا، حقیقت استواء کا سوال نہیں کیا تھا (اور سوال اسی بات کا کیا جاتا ہے جس کا علم نہ ہو جس بات کا علم ہو اس کا سوال نہیں کیا جاتا)۔ اس کی کچھ تفصیل پچھلے اصول کے تحت واسطی صاحب نے خود ذکر کی ہے۔ واسطی صاحب نے اس نکتے سے اپنے ذکر کردہ اصول وضابطہ کی یہ کہہ کر مخالفت کی ہے کہ سائل کو استواء کی حقیقت کا علم تھا۔ (عقیدہ سلف: 126)

2۔ خلیل ہراس کے الفاظ یہ ہیں:

**ثم یفوضون فیما وراء ذلک من کنه الصفات او کیفیاتها.**

(یعنی صحابہ کتاب وسنت کے نصوص کا معنیٰ سمجھتے تھے اور اللہ عزوجل کے لیے ان کا اثبات کرتے تھے۔ پھر باقی دو چیزوں میں سے ایک میں تفویض کو اختیار کرتے تھے۔ دیکھیے ہراس کی عبارت میں کنہ "**الصفات**" اور "**کیفیاتها**" کے درمیان واؤ عاطفہ نہیں ہے بلکہ "**أوْ**" ہے جو احدالامرین پر دلالت کرتا ہے یعنی یا تو صفات کی کنہ کو تفویض کرتے ہیں یا صفات کی کیفیات کو تفویض کرتے ہیں۔

3۔ سلفی علماء کی وضاحتیں کہ صفت کی حقیقت معلوم ہے کیفیت معلوم نہیں۔

i۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ (5/41) میں لکھتے ہیں:

**فقول ربیعة و مالک (الاستواء غیر مجهول و الکیف غیر معقول و الایمان به واجب) موافق لقول الباقین (امروها کما جاء ت بلا کیف) فانما نفوا علم الکیفیة و لم ینفوا حقیقة الصفة.**

(ترجمہ: امام ربیعہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا قول کہ استواء مجہول نہیں ہے اور کیف غیر معقول ہے اور اس پر ایمان واجب ہے دیگر ائمہ کے قول کے موافق ہے۔ ان کا قول یہ ہے کہ ان نصوص کو بلا کیف کے اسی طرح پڑھو اور پڑھاؤ جس طرح وہ وارد ہوئی ہیں۔ تو انہوں نے کیفیت کے علم کی نفی کی صفت کی حقیقت و ماہیت کی نفی نہیں کی)۔

ii۔ شیخ مدحت آل فراج نے اپنی کتاب "**المختصر المفید فی عقائد ائمة التوحید**" (ص: 155) میں لکھا ہے:

**و کذلک اعتقادنا فی جمیع اسماء الرب و صفاته من الایمان و اثبات الحقیقة و نفی علم الکیفیة.**

(ترجمہ: اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء میں اور تمام صفات میں ہمارا عقیدہ ہے کہ ان پر ایمان بھی ہو اور حقیقت و ماہیت کا اثبات بھی ہو اور علم کیفیت کی نفی ہو)۔

iii۔ شیخ عبدالرحمٰن بن صالح المحمود اپنی کتاب ''تیسیر لمعۃ الاعتقاد'' میں لکھتے ہیں:

**التفویض الصحیح انما یکون لکیفیة الصفة لا لحقیقة الصفة.**

(ترجمہ: صحیح تفویض صفت کی کیفیت کے لیے ہوتی ہے صفت کی حقیقت کے لیے نہیں)۔

مذکورہ بالا عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ علامہ ابن قیم، ابن عثیمین اور شیخ فالح کے نزدیک صفت کا معنیٰ معلوم ومفہوم ہے صفت کی حقیقت و کیفیت معلوم نہیں اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ علامہ ابن تیمیہ، شیخ مدحت آل فراج اور شیخ عبدالرحمٰن بن صالح کے نزدیک صفت کی کیفیت کے علم کی نفی ہے صفت کی حقیقت و ماہیت کے علم کی نفی نہیں ہے۔ اس طرح سے یہ دو متضاد قول ہوئے۔ شاید علامہ خلیل ہراس کسی ایک قول کو ترجیح نہ دے سکے اس لیے انہوں نے "**ثم یفوضون فیما وراء ذلک من کنہ الصفات او کیفیاتھا**" کہہ کر چھوڑ دیا۔

## تنبیہ:

ابن عثیمین نے اپنی بات کو مثال سے کچھ کھولا ہے جبکہ ابن قیم نے ایسا نہیں کیا۔ ابن عثیمین نے جنت کے ماکول کا ذائقہ جس کا ہم اس دنیا میں ادراک نہیں کر سکتے سمجھانے کے لیے ذکر کیا ہے۔ لیکن ابن عثیمین یہ بھول گئے کہ ذائقہ تو کیفیات میں سے ہے۔ لہذا اگر جنت کا ماکول آم ہے تو اس کی اور دنیا کے آم کی ماہیت وحقیقت تو ایک ہی ہوگی جیسے انسان کی ماہیت ایک ہی رہتی ہے یعنی حیوان ناطق خواہ وہ دنیا میں ہو یا جنت میں ہو یا جہنم میں ہو۔ اگر کہیں اس کی ماہیت بدل جائے تو انسان انسان تو نہ رہے گا۔ البتہ کیفیات مثلاً رنگ، بو اور ذائقہ ان کو اللہ ہی جانتے ہیں۔

صلاح الدین یوسف صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

**متشابھا** کا مطلب یا تو جنت کے تمام میووں کا آپس میں ہم شکل ہونا ہے یا دنیا کے میووں کے ہم شکل ہونا ہے۔

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ جنت کے میوے دنیا کے میووں کے ہم شکل ہوں گے تو ان کو دیکھ کر جنتی یہی سمجھیں گے کہ دونوں کی حقیقت و ماہیت ایک ہے۔

## فصل: 11......کیا اللہ تعالیٰ اعضاء سے مرکب ہیں؟

ابن قیم اپنے قصیدہ نونیہ میں لکھتے ہیں:

**یتقدس الرحمن جل جلالہ**
**عنھا و عن اعضاء ذی جثمان**

(ترجمہ: رحمان جل جلالہ لوازم جسم اور اعضاء جسم سے پاک ومنزہ ہے)۔

اس کی شرح میں علامہ عثیمین لکھتے ہیں:

1۔ ترجمہ: ابن قیم کے الفاظ اعضاء ذی جثمان میں چہرہ، ہاتھ، آنکھ، پاؤں اور پنڈلی شامل ہیں کیونکہ یہ جسم والے کے اعضاء ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ ان اعضاء سے پاک ومنزہ ہیں؟ ابن قیم کے کلام سے بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعضاء سے پاک ہیں لیکن ہمیں ابن قیم کے بارے میں نصف النہار کے نکلے سورج کی

طرح معلوم ہے کہ وہ چہرے، ہاتھ، آنکھ، پاؤں اور پنڈلی کی صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے یقیناً اثبات کرتے ہیں لہذا ان کی بات کا حاصل یہ ہے کہ وہ اعضاء کی نفی نہیں کرتے بلکہ اعضاء کے ان خصائص کی نفی کرتے ہیں جو انسان میں پائی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ وہ انسان کے جسم سے جدا ہو سکتے ہیں۔(صفات متشابہات:82)

2۔ ہر وہ وصف جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان کیا ہے اس کو سلفی اس کے ظاہری و حقیقی معنیٰ میں ثابت مانتے ہیں۔

3۔ظاہری معنیٰ سے مراد لغوی معنیٰ ہیں جو وضع کے اعتبار سے مفہوم ہوتے ہیں یا سیاق و سباق سے۔

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ سلفیوں کے نزدیک اپنے حقیقی معنیٰ میں یہ اعضاء اللہ تعالیٰ کے لیے ازل سے ثابت ہیں اور ابد تک باقی ہیں اور اللہ کی ذات سے کبھی جدا نہیں ہوتے اور اس وجہ سے سلفی ان کو اللہ کے اعضاء یا اجزاء نہیں کہتے بلکہ صفات کہتے ہیں۔غرض سلفیوں کے نزدیک یہ صفات یا اعضاء و اجزا یا ابعاض حقیقی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی ترکیب بنتی ہے۔

واسطی صاحب نے ''اللہ تعالیٰ مرکب و محتاج نہیں'' کے عنوان کے تحت ترکب اجزاء کی تردید میں علامہ ابن تیمیہ کی دی ہوئی دلیل نقل کی ہے جو یہ ہے:

''ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں کسی قسم کا ترکب اجزاء سے ہے، یہاں تو ذات ہے جو قائم بنفسہا ہے اور اپنے ان لوازم کو مستلزم ہے جن کے بغیر ان کا وجود ثابت نہیں ہوتا۔موصوف کی صفات ان کے اجزاء نہیں ہوتے اور نہ ایسے ابعاض ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے متمیز ہوتے ہیں یا جو ذات سے الگ ہوتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہنا صحیح قرار پائے کہ اس کی ذات ان سے مرکب ہے یا مرکب نہیں ہے کیونکہ ترکیب کا ثبوت و نفی اس کے تصور کی فرع ہے اور اس کا تصور) یہاں منتفی ہے۔'' (عقیدہ سلف:422)

## جواب

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ عدم ترکب کی اس دلیل میں چند خامیاں ہیں:

1۔(i) علامہ عثیمین کی عبارت سے معلوم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، پاؤں اور چہرہ وغیرہ یہ اعضاء حقیقی ہیں۔محض اللہ کی ذات سے غیر منفک ہونے کی وجہ سے ان کو (مجازاً) صفات کہا گیا ہے۔(ii) سابقہ حوالہ میں ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ موصوف کی صفات ان کے اجزاء نہیں ہوتے۔لہذا جو حقیقی اجزا ہیں ان کو صفات بھی نہ کہنا چاہیے۔

2۔ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ موصوف کی صفات ایسے ابعاض بھی نہیں ہوتے جو ایک دوسرے سے متمیز ہوں۔متمیز ہونے نہ ہونے کی قید ابن تیمیہ نے اپنے پاس سے لگائی ہے اس بارے میں کوئی نص ذکر نہیں کی۔

3۔ابن تیمیہ کے نزدیک ترکب کا ثبوت اور اس کی نفی ان کے تصور کی فرع ہے اور تصور یہاں منتفی ہے۔ میں (عبدالواحد) کہتا ہوں یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ مختلف حقیقی اعضاء کے ہوتے ہوئے ترکب کا تصور محال نہیں ہے اگرچہ مبہم ہو اور عقلی ہو۔

# فصل:12......واسطی صاحب کی اصطلاحات سے بے خبری

"حنفیوں کی تکفیری مہم"

اس عنوان کے تحت واسطی صاحب لکھتے ہیں:

"عبد الشکور سالمی سے شاید ہی کوئی ماتریدی عالم ناواقف ہو بلکہ اب تو (ان کی) کتاب (یعنی التمہید) ایک حلقے نے نصاب مدارس میں داخل کی ہے۔اس سے ہم تکفیر کے چند اقوال نقل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اگر ان کی تردید کرنا چاہتے ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے اکابر کی تحریروں سے یہ ثابت کریں کہ انہوں نے سالمی کی اس تکفیری مہم پر تنقید کی ہے۔صرف اپنی بات کرنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔سالمی ایک جگہ اشاعرہ سے یہ نقل کرتے ہیں:

(۱) قال الأشعرية ان النبوة لا تزول بالموت و تزول بالذنب و هذا خطأ عظيم لأنه لو جاز زوال النبوة بالذنب و الزلة لا يقع الفرق بين الايمان و الكفر. (تمهيد)

ترجمہ: اشعریوں نے کہا ہے کہ نبوت موت سے زائل نہیں ہوتی مگر گناہ سے زائل ہو جاتی ہے۔یہ ایک عظیم خطا ہے کیونکہ اگر نبوت گناہ اور لغزش سے زائل ہونا جائز ہو جائے تو پھر کفر اور ایمان کے درمیان فرق نہیں ہوگا۔

ایک جگہ اس سے پہلے لکھا ہے:

و قالت متشقشقة ان النبی علیه السلام يصير معزولاً بالذنب و كذلك بالموت، هذا كفر. (تمهيد)

محض شور مچانے والوں نے کہا ہے کہ نبی علیہ السلام نبوت سے گناہ اور موت دونوں کے ذریعے معزول ہوتے ہیں اور یہ بات کفر ہے۔

(2) قال أهل السنة و الجماعة ان الله لم يزل كان خالقاً موصوفاً بهذه الصفة و سائر الصفات من صفات الذات و صفات الفعل، و قالت الأشعرية و الكرامية ما لم يخلق لم يكن خالقاً و هذا كفر. (تمهيد)

اہل السنۃ والجماعۃ کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے اس صفت اور باقی تمام صفات سے موصوف ہے چاہے وہ صفات ذاتیہ ہوں یا صفات فعلیہ۔اشاعرہ (مراد بعض اشعریہ ہیں۔عبد الواحد) و کرامیہ کا قول ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہیں کرتا اس وقت تک وہ خالق نہیں ہوتا لیکن یہ کفر ہے۔"

(عقیدہ سلف:164,163)

**جواب:** واسطی صاحب نے یہاں تین بڑی غلطیاں کی ہیں:

1۔واسطی صاحب اشعریہ سے تمام اشعریہ مراد لیتے ہیں حالانکہ یہاں بعض اشعریہ مراد ہیں جو کہ ایک

یا کچھ زائد ہوں گے۔دیگر تمام اشاعرہ اور ماتریدیہ اس عقیدے والے نہیں۔اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ قضیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

2۔ایک ہے کفر اور ایک ہے تکفیر(کسی کو کافر کہنا)۔کوئی کفریہ قول کہے یا فعل کرے تو اجتہاد میں غلطی ہونے کی وجہ اس بات کو یا فعل کو کفر کہا جاتا ہے۔اور جو کفر بدیہیات میں سے ہو یا غیر محل اجتہاد میں ہو تو اس وقت تکفیر کرتے ہیں۔

اس فرق کی دلیل ''کفر دون کفر اور شرك دون شرك'' کا ضابطہ ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اسی فرق کو ملحوظ رکھ کر تقریباً کسی بھی اسلامی فرقے کی تکفیر نہیں کرتے۔

**واعلم ان الحكم بكفر من ذكرنا من اهل الاهواء مع ما ثبت عن ابی حنيفة و الشافعی رحمهما الله من عدم تكفير اهل القبلة من المبتدعة كلهم. محمله ان ذلک المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر بناء علی كون قوله ذلک عن استفراغ وسعه مجتهدا فی طلب الحق. (فتح القدير: ...)**

(ترجمہ: جان لو کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے تمام بدعتیوں کی عدم تکفیر ثابت ہونے کے باوجود مذکور اہل اہوا پر کفر کا حکم لگانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ بذات خود کفر ہے لہذا انکار کا قول کرنے والا مثلاً عذاب قبر کا انکار کرنے والا ایسی بات کہتا ہے جو کفر ہے لیکن اس کی تکفیر اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ اس نے حق کی طلب میں کوشش کر کے یہ کہا ہے [اور اس میں آدمی سے خطا ہو سکتی ہے]۔)

## فصل:13......سلفیوں کے نزدیک صفات الٰہیہ متشابہات میں سے نہیں ہیں

### واسطی صاحب کا پہلا غلط دعویٰ اور اس کا جواب

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''1۔پہلی بات یہ ہے کہ جو لوگ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ صفات الٰہی کا مسئلہ متشابہات میں داخل ہے تو ان پر لازم ہے کہ یا تو اس کے ثبوت میں حدیث رسول ﷺ پیش کریں یا پھر سلف صالحین یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے اقوال و آراء کو سامنے لائیں تا کہ پتہ چلے کہ واقعی صفات الٰہی کا مسئلہ متشابہات میں داخل ہے۔۔۔۔

2۔دوسری بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے تو ان صفات کو متشابہات میں شامل کر لیا مگر متقدمین ائمہ کرام رحمہم اللہ اسماء اور صفات کو متشابہات کے تحت درج نہیں کرتے۔یہ بات ان متاخرین کی تحقیقات عالیہ کا ثمرہ ہے کہ صفات الٰہی کو متشابہات میں داخل کیا ہے۔(عقیدہ سلف:ص:67)

انہیں(ڈاکٹر صاحب کو) چاہیے تھا کہ متقدمین کے اقوال پیش کرتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو

ہم کہتے ہیں کہ سلف صالحین سے محکم اور متشابہ کے بارے میں چند اقوال مروی ہیں۔'' (عقیدہ سلف:67)

پھر واسطی صاحب نے چھ قول نقل کیے ہیں جن میں سے ہمارے مفید مطلب چھٹا قول ہے جو یہ ہے:

''محکمات وہ آیات ہیں جن کی تفسیر و تاویل کو علماء جانتے ہیں۔ متشابہات وہ آیات ہیں کہ جن کی تاویل و تفسیر کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہ جانتا ہو۔ یہ قول سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابن جریر کا پسندیدہ ہے۔ (عقیدہ سلف: ص:68)

کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان اقوال میں سے چھٹے قول کے اندر متاخرین نے صفات الٰہی کو شامل پایا ہے کیونکہ ان کا معنیٰ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہم (یعنی واسطی صاحب) کہتے ہیں کہ پہلے تو یہ ثابت کرو کہ سلف صالحین اس بات کے قائل تھے کہ صفات الٰہی کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (عقیدہ سلف:67,68)

## جواب:

میں (عبد الواحد) کہتا ہوں کہ اہل علم کے نزدیک کسی دعوے کو ثابت کرنے کے لیے کوئی بھی دلیل کافی ہے۔ مدعا علیہ کا یہ مطالبہ کرنا کہ ایسی دلیل لاؤ، ویسی نہ لاؤ اس کا حق مدعا علیہ کو نہیں ہے۔ ''ید، وجہ'' اور ''ساق'' وغیرہ صفات ہیں۔ اگر ہم ان کا ظاہری معنیٰ لیں تو یہ اللہ کی شایان شان نہیں ہے اور دوسرا کوئی معنیٰ نہ اللہ نے بتایا اور نہ رسول نے بتایا۔ اس لیے مذکورہ صفات ہم انسانوں کے اعتبار سے بے معنیٰ ہو کر رہ گئیں، اور ان کے معنیٰ معلوم کرنے کی توقع بھی نہ رہی تو ظاہر ہے کہ یہ متشابہات کی اقسام میں داخل ہوں گی۔

## 2۔ واسطی صاحب کا دوسرا غلط دعویٰ اور اس کا جواب:

واسطی صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ ماتریدیہ صفات خبریہ کو صرف متشابہات مانتے ہیں، صفات نہیں مانتے۔ اس کی دلیل کے طور پر وہ عبد الشکور سالمی جو حنفی اور ماتریدی ہیں ان کی کتاب ''تمہید'' سے نقل کرتے ہیں:

**قال اهل السنة و الجماعة الايمان بالمتشابه واجب و لا يجوز التفسير و لا يجب التاويل و لا يجوز ان يقال بان الله تعالىٰ موصوف بهذه الصفة بل نقول ان هذا كلام الله تعالىٰ و نحن نؤمن بما انزل الله علىٰ ما اراد بهذا.**

(ترجمہ: اہل السنۃ والجماعۃ کہتے ہیں کہ متشابہ پر ایمان رکھنا واجب ہے اور نہ اس کی تفسیر کرنا جائز ہے اور نہ اس کی تاویل واجب ہے اور نہ یوں کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صفت کے ساتھ متصف ہیں بلکہ یوں کہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جو کچھ اللہ نے اپنی مراد پر نازل کیا اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں)۔ [عقیدہ سلف: ص:67]

## جواب:

i۔ جمہور کے نزدیک اہل السنۃ والجماعۃ کا اطلاق اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں پر بیک وقت کیا جاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کو اہل السنۃ والجماعۃ کہتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ اس لیے واسطی صاحب کا اہل السنۃ والجماعۃ سے صرف ماتریدیہ مراد لینا بنیادی غلطی ہے۔

ii۔ ماتریدیہ کے جو سب سے بڑے ہیں یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وہ ''فقہ اکبر'' میں لکھتے ہیں:

**فما ذكره الله تعالىٰ فى القرآن من ذكر الوجه و اليد و النفس و العين فهى له صفات .**

(ترجمہ: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے وجہ اور ید اور نفس اور عین کا ذکر کیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مستقل صفات ہیں)۔

ظاہر ہے کہ ماتریدیہ کی اکثریت نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہو گی البتہ کچھ لوگوں نے اپنے ذوق کے پیش نظر صفات کو صرف متشابہات سے تعبیر کیا ہے۔

ہماری بات سے واضح ہوا کہ تمہید کے قول ''قال اهل السنة'' سے مراد چند ایک اہل سنت ہیں جو ماتریدی اور اشاعرہ دونوں ہو سکتے ہیں یا ان میں سے کسی ایک سے اکا دکا ہو سکتے ہیں۔

## فصل:14

واسطی صاحب میرے بارے میں اپنی کتاب ''عقیدہ سلف'' کے صفحہ 95 پر لکھتے ہیں:

''پہلی خیانت:

پہلی گذارش یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب سلفیوں کو دھوکا دینے کے لیے بار بار خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہاں دیکھو انہوں نے لکھا:

''اشاعرہ و ماتریدیہ صفات متشابہات کی نفی نہیں کرتے اور ان کو صفات مانتے ہیں۔''

حالانکہ پہلے انہوں نے خود لکھا ہے کہ ماتریدیہ انہیں صفات نہیں مانتے۔ ملاحظہ ہو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ، چہرہ، پنڈلی اور استواء علی العرش کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ چونکہ کلام الٰہی میں ان کا ذکر ہے اس لیے ان پر ایمان ضروری ہے لیکن چونکہ ان کا معنیٰ اور ان کی کیفیت ہمیں بتائی نہیں گئی ہے اس وجہ سے ان کو متشابہات کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان پر ایمان اس طور سے ضروری ہے کہ ان سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے وہ حق ہے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر حضرات ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کہتے ہیں لیکن باقی اہل سنت کہتے ہیں کہ جب ان کا معنیٰ اور ان کی نوعیت و کیفیت کا کچھ علم ہی نہیں تو ان کو صفات بھی نہیں کہا جانا چاہیے ان کو صرف متشابہات کہنا چاہیے۔ یہ تو ایک وجہ ہوئی۔''

**جواب:** مذکورہ بحث میں نہ تو میری دھوکہ دینے کی نیت تھی اور نہ ہی خیانت کرنے کا کوئی ارادہ تھا۔ بات بالکل صاف اور سیدھی تھی۔ وہ یہ کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں صفات متشابہات پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ جن صفات کا ذکر قرآن میں ہو ان کی سرے سے نفی کرنا یہ تو کفر ہے۔ صفات متشابہات پر ایمان رکھنا جب ضروری ہے تو ماتریدیہ کے بڑے یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ اور دیگر ان کو صفات متشابہات کہتے ہیں۔ بعض ماتریدیہ کا ذوق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کو صفات بھی نہ کہو صرف متشابہات کہو کیونکہ ہمیں ان کی حقیقت و ماہیت اور ان کیفیات کا کچھ بھی علم نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے ایک دوسرے مقام پر وضاحت کی ہے یہ بات کمزور ہے۔

''دوسری خیانت:

دوسری وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے اکابر کی طرح صفات خبریہ کو اجزائے ذات کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اجزاء ذات اوصاف نہیں ہو سکتے۔ شیخ ابن عثیمین تلبیس کرتے ہیں لکھتے ہیں ''لیکن علامہ ابن عثیمین اجزائے ذات کو صفات باور کرانے پر مصر ہیں''۔ غرض امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ضابطہ صفات مثلاً استواء، حیات اور کلام وغیرہ میں تو چلتا ہے، ہاتھ، پاؤں اور چہرے وغیرہ میں نہیں چلتا کیونکہ وہ حقیقت میں صفات نہیں اجزائے ذات ہیں۔

جو لوگ صفات خبریہ کو اجزائے ذات کہتے ہوں اور ان کی صفتیت کی نفی کرتے ہوں وہ آخر کیسے ان کو صفات مان سکتے ہیں۔ پہلی عبارت میں تو صاف تصریح ہے کہ ماتریدیہ انہیں صرف متشابہات مانتے ہیں صفات نہیں مانتے مگر یہاں سلفیوں پر اعتراض کرتے ہوئے الٹی بات لکھ دی ہے۔ غالب نے کہا تھا:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا''

**جواب:** یہ تو اپنی خرابی دوسرے پر ڈالنی ہوئی۔ میں نے اللہ کے ہاتھ پاؤں اور چہرے وغیرہ کو اجزائے ذات کہا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ میں ان کو اجزائے ذات مانتا ہوں یا اشاعرہ و ماتریدیہ ان کو اجزائے ذات مانتے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہا ہے کہ سلفیوں کے عقائد ان کے اجزائے ذات ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔ اشاعرہ کی طرح میں بھی ید سے اللہ تعالیٰ کے شایان شان صفت مانتا ہوں اور اس کی تفویض کرتا ہوں۔ واسطی صاحب کی اس حرکت کو بھی ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

## فصل: 15......اللہ تعالیٰ کی صفت معیت

اس عنوان کے تحت میں نے اپنی کتاب ''صفات متشابہات اور سلفی عقائد'' کے ص: 181 پر لکھا تھا:

''اشاعرہ و ماتریدیہ جو کہ اصل اہل سنت ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت

کچھ معلوم نہیں ہے اس لیے جن آیتوں اور حدیثوں میں اللہ تعالیٰ کی معیت کا ذکر ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں۔ان کے متاخرین اللہ کی معیت سے اللہ کے علم وقدرت کی معیت مراد لیتے ہیں۔ پیچھے ذکر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ید، وجہ، قدم اور آنکھ وغیرہ میں اشاعرہ و ماتریدیہ کے متقدمین تفویض کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور متاخرین بھی اصل طریقہ اسی کو بتاتے ہیں لیکن عوام کو گمراہی سے بچانے کے لیے تاویل کے طریقے کو لیتے ہیں۔اس پر سلفی حضرات ان کو تعطیل اور تحریف کرنے کا طعنہ دیتے ہیں لیکن صفت معیت میں سلفی خود دل کھول کر تاویل کرتے ہیں۔''

کچھ آگے چل کر ص:185 پر میں نے لکھا:

''......سلفیوں کے لئے تو یہ آسان ہے کہ وہ (اپنے ضابطہ کے مطابق) معیت ذاتی کو مان لیں کیونکہ جب سب سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے پاؤں کرسی پر ہوتے ہیں اور جب بعض سلفیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ عرش پر ہونے کے باوجود آسمان دنیا پر بھی اپنی ذات کے ساتھ نزول فرما لیتے ہیں تو وہ ایک اور قدم بڑھا کر اپنی ذات کے ساتھ زمین پر بھی نزول فرما سکتے ہیں اور جب ان بعض سلفیوں کی دیگر سلفی تضلیل نہیں کرتے اور ان کو بدعتی یا گمراہ نہیں کہتے تو وہ اس بات کو بھی گمراہی نہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ کرسی سے اور آسمان دنیا سے مزید نزول فرما کر بندوں کو معیت ذاتی سے سرفراز فرماتے ہیں۔''

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ جب مشہور غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف اپنے تفسیری حواشی میں لکھتے ہیں:

''مَنْ فِی النَّارِ میں مَنْ سے مراد اللہ تبارک ہیں''۔(سورہ نمل:7)

اس سے یہ بات حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سمیت زمین پر اتر آئے ہیں کیونکہ وہ آگ جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے وہ زمین پر تھی۔

مزید آگے چل کر میں نے لکھا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ میں تو ابن قدامہ رحمہ اللہ کی بات کہ وہ یہاں معیت بالعلم اور معیت بالقدرۃ کا معنی لینا تاویل نہیں ہے بلکہ حقیقی معنی ہے۔

اس پر واسطی صاحب تاویل سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نقل کرتے ہیں:

''اگر کوئی بدعتی یا مخالف یا زندیق آدمی اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ ہم انہیں اس کی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہیں یا اس قول سے استدلال کرے کہ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے......یا اس جیسی دیگر متشابہ آیات سے استدلال کرے تو انہیں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات

میں علم کا ارادہ کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عرش پر ہے۔ ساتویں آسمان کے اوپر ہے، وہ یہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ (عقیدہ سلف: 601)

اب ڈاکٹر صاحب خود اپنے مقام و مرتبہ کا تعیین فرما دے اس لیے کہ انہوں نے دوسری درج بالا آیت سے یہی استدلال کیا ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب بدعتی ہونے پر راضی ہیں یا پھر مخالف ہونے پر یا کہ...... خود ہی فیصلہ فرما دیں۔"

**جواب:** میں (عبدالواحد) کہتا ہوں کہ میں نے سلفیہ پر الزامی کلام کیا لیکن واسطی صاحب نے یہ جانتے ہوئے کہ میری وابستگی اشاعرہ و ماتریدیہ سے ہے جن کا معیت کے بارے میں جو مذہب ہے اوپر لکھ چکا ہوں الفاظ کی الٹ پھیری کر کے معیت ذاتی کا قول میرے سر ڈال رہے ہیں۔ ایسی ناانصافی کی باتیں ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

**تنبیہ:** سلفی بھی اللہ تعالیٰ کی صفت معیت کے ظاہری معنیٰ کو نہیں لیتے بلکہ اللہ کے علم وقدرت مراد لیتے ہیں البتہ اس کی توجیہ مختلف کرتے ہیں مثلاً

1۔ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معیت کا حقیقی معنیٰ ہی اللہ کا علم اور اللہ کی معیت ہے۔

2۔ ابن عثیمین کہتے ہیں کہ معیت الٰہی علم، سمع، بصر اور قدرت سے کنایہ ہے۔

3۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ کہ زید اگر بکر کے ساتھ ساتھ رہتا ہے تو اسے بکر کی بہت سی باتیں معلوم ہوں گی تو اس طرح ملزوم بول کر لازم معنیٰ مراد ہے۔ اس طرح یہ تفسیر باللازم ہے۔

## فصل: 16......سلفی اور سلف میں ایک فرق

واسطی صاحب لکھتے ہیں:

1۔ سلفی حضرات کے بارے میں کہنا کہ صرف وہی وجہ، ید اور عین وغیرہ کو صفات خبریہ کہتے ہیں درست نہیں۔ یہ سلفیوں کا نہیں بلکہ اسلاف کا قول ہے۔ عبدالکریم شہرستانی لکھتے ہیں:

**"اعلم أن جماعة كثيرة من السلف كانوا يثبتون لله تعالیٰ صفاتاً أزلية من العلم و القدرة و الحياة و الارادة و السمع و البصر و الكلام و الجلال و الاكرام و الجود و الانعام و العزة و العظمة لا يفرقون بين صفات الذات و صفات الفعل بل يسوقون الكلام سوقاً واحداً و كذلك يثبتون صفاتاً خبرية مثل اليدين و الوجه و لا يؤولون ذلك الا أنهم يقولون هذه الصفات قد وردت فی الشرع فنسميها صفات خبرية.**

(سلف طیب میں ایک بڑی جماعت اللہ کے لیے صفات ازلی ثابت کرتی ہے جیسے علم، قدرت، حیات، ارادہ، سمع بصر، کلام، جلال و اکرام، جود و انعام، عزت و عظمت وغیرہ۔ اور وہ صفات ذاتیہ اور

صفات فعلیہ میں کوئی فرق نہیں کرتے، کلام کو ایک ہی منہج پر چلاتے ہیں۔اسی طرح وہ صفات خبریہ کو بھی ثابت کرتے ہیں جیسے ہاتھ اور چہرہ اور وہ ان کی کوئی تاویل نہیں کرتی۔البتہ یہ جماعت کہتی ہے کہ یہ صفات چونکہ شرع میں وارد ہوئی ہیں اس لیے ہم انہیں صفات خبریہ کا نام دیتے ہیں۔(عقیدہ سلف:77,78)

اس آخری جملہ سے واسطی صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شہرستانی نے یہ سلف صالحین کا عقیدہ بتایا ہے اور سلفیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ سلف صالحین کے عقیدہ پر ہیں لہٰذا صفات کے بارے میں ان کا اور سلف کا ایک ہی عقیدہ ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے جس کو ہم واضح کرتے ہیں:

i۔سلفیوں کے برخلاف سلف صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ میں فرق نہیں کرتے۔

ii۔شہرستانی رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ سلف کی ایک کثیر جماعت صفات خبریہ کا اثبات بھی کرتی تھی مثلاً دونوں ہاتھ اور چہرہ اور ان میں کچھ تاویل نہ کرتی تھی۔سلفیوں میں سے ابن تیمیہ سمیت بہت سے سلفی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صفت کی کیفیت کا علم اللہ کو تفویض ہے، صفت کی حقیقت کا علم نہیں۔صفات خبریہ میں ظاہری لغوی معنیٰ مراد لیتے ہیں اور صرف کیفیت کو متشابہ کہتے ہیں جبکہ اہل سنت اشاعرہ و ماتریدیہ اللہ کے شایان شان نہ ہونے کی وجہ سے لفظ کے ظاہری لغوی معنیٰ نہیں لیتے اور اصل صفت اور اس کی کیفیت دونوں کے اعتبار سے متشابہ سمجھتے ہیں۔

ہماری بات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوگی کہ اسلاف کی جس کثیر جماعت کا ذکر ہوا ہے وہ صفات خبریہ کا ظاہری معنیٰ نہیں لیتی اور نہ ہی تاویل کرتی ہے ہاں تفویض کرتی ہے اور اشاعرہ و ماتریدیہ کے متقدمین ان ہی کے پیروکار ہیں۔

## فصل:17......واسطی صاحب کا مجھ پر یہودیانہ تحریف کا الزام

اپنی کتاب میں میری یہ تحریر ہے:

(ترجمہ:امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ احادیث کو ایسے ہی چلاؤ جیسی کہ وہ ہیں---یعنی ان کے کسی بھی معنی کی تعیین کئے بغیر---اور جیسے انہوں نے فرمایا ان کے بڑے شاگردوں نے ویسا ہی طریقہ اختیار کیا مثلاً ابراہیم حربی، ابوداؤد اور اثرم نے اور ان کے بڑے پیروکاروں میں سے ابوالحسین منادی نے جو کہ محقق لوگوں میں سے تھے---الخ)صفات متشابہات اور سلفی عقائد:ص51

### واسطی صاحب کی کاروائی:

واسطی صاحب نے یہاں یہ کام کیا کہ اس عبارت کے ایک تفسیری جملہ ''یعنی ان کے کسی بھی معنیٰ کی تعیین کیے بغیر'' کے آگے اور پیچھے جو ڈیش (dash) میں نے لگائے تھے ان کو مٹا کر جملہ کے نیچے خط کھینچ

دیا اور ان دونوں علامتوں کے استعمال میں جو فرق ہے اس کو نظر انداز کر دیا۔ جب کسی لفظ یا جملہ کے آگے پیچھے دونوں طرف ڈیش ڈیش لگے ہوں تو یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ جملہ یا لفظ پچھلی رواں عبارت سے جدا ہے اور عبارت کا تسلسل اس کے بغیر ہے جبکہ جس لفظ یا جملہ کے اوپر یا نیچے خط ہو تو وہ تاکید یا اہمیت کی علامت ہوتا ہے۔

مذکورہ ترجمہ پر تنقید کرتے ہوئے واسطی صاحب لکھتے ہیں:

''اس ترجمہ میں دوسرا کارنامہ ڈاکٹر صاحب نے یہ انجام دیا کہ اوپر درج خط کشیدہ الفاظ کو اس میں شامل کر لیا حالانکہ عبارت میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ یہ محترم کی ذہنی اخلاقی اور صحافتی چالاکی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مفہوم کسی بالغ نظر شخص کے حاشیہ خیال میں بھی اس عبارت سے نہیں آ سکتا۔ درحقیقت اپنے مزعوم تفویض کے مفہوم کو پیدا کرنے کے لیے محترم نے یہ یہودیانہ تحریف کی۔''

**میں (عبدالواحد) جواب میں کہتا ہوں:**

میں ایسی دو ہستیوں کی عبارتیں پیش کرتا ہوں جن کے بالغ النظر ہونے میں کسی کو تردد نہ ہو گا یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

امام نووی رحمہ اللہ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

''آسمان دنیا پر نازل ہونے کی حدیث میں اور اس جیسی اور حدیثوں میں اور آیتوں میں جو صفات متشابہات مذکور ہیں ان میں دو مشہور مذہب ہیں:

1۔ جمہور سلف کا اور بعض متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ ان صفات کی جو حقیقت اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے ہمارا اس پر ایمان ہے اور یہ کہ ان صفات کا ظاہری معنیٰ جو انسانوں میں متعارف ہے وہ مراد نہیں ہے اور یہ ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ حدوث کی علامتوں سے پاک ہیں ہم ان کے حقیقی معنیٰ کے درپے نہیں ہوتے۔

2۔ اکثر متکلمین اور بعض سلف کا مذہب جو کہ امام مالک اور امام اوزاعی سے بھی منقول ہے یہ ہے کہ حسب موقع تاویل کر کے وہ معنیٰ لیے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہوں۔''

(صفات متشابہات: 269)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے صفات متشابہات کے بارے میں یہ اصول ذکر کیے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کا اثبات توقیفی ہے عقلی نہیں ہے۔

2۔ ان کا ظاہری معنیٰ مراد لینا جائز نہیں۔

3۔ ظاہر لفظ پر معنیٰ کی تعیین کیے بغیر توقف کرنا چاہیے۔ (یہ تفویض ہے) (صفات متشابہات: 261)

## خود واسطی صاحب کی تحریف:

میں نے اپنی کتاب کے تیسرے باب کا یہ عنوان دیا:

''سلفیوں کی نظر میں اشاعرہ وماتریدیہ گمراہ ہیں بلکہ بعض کے نزدیک کافر ہیں''

واسطی صاحب نے اس عنوان کو تحریف کرتے ہوئے یوں لکھا:

''ڈاکٹر صاحب نے ایک عنوان بنام 'سلفیوں کی نظر میں اشاعرہ وماتریدیہ گمراہ ہیں بلکہ ان کے نزدیک کافر ہیں' قائم کیا ہے۔اس سے ان کا مقصود ظاہر ہے کہ سلفیوں کو بدنام کرنا ہے۔''(عقیدہ سلف:362)

### جواب:

قارئین توجہ فرمائیں۔ میں نے جو عنوان باندھا اس میں ہے ''بلکہ بعض کے نزدیک'' (یعنی بعض سلفیوں کے نزدیک سب کے اور کل کے نزدیک نہیں) جبکہ واسطی صاحب نے یوں نقل کیا ''بلکہ ان کے'' (یعنی سب سلفیوں کے) نزدیک کافر ہیں کیونکہ بعض کے مقابلہ میں کل آتا ہے۔

واسطی صاحب کی اس تحریف کو بھی ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

## فصل:18......بریکٹ لگانے میں غلطی

میری (عبدالواحد کی) کتاب ''صفات متشابہات اور سلفی عقائد'' ص:44 پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک عبارت اور اس کا ترجمہ دیا گیا ہے۔وہ عبارت اور ترجمہ یوں ہے:

**''فعامة ما ذمه السلف و الائمة و عابوه علیٰ المعتزلة من الكلام المخالف للكتاب و السنة و الاجماع القديم لكم منه اوفر نصيب....**

(ترجمہ:سلف اور ائمہ نے قرآن وسنت اور اجماع کے مخالف کلام کی وجہ سے معتزلہ کی جو مذمت کی اور ان پر عیب لگایا اور ان کی تکفیر کی)''

واسطی صاحب اس عبارت میں میری ایک غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس عربی عبارت میں آپ تکفیر کا لفظ دیکھتے ہیں؟ جب تکفیر کا لفظ موجود نہیں ہے تو ترجمہ میں کہاں سے آگیا''۔(عقیدہ سلف:491)

### جواب:

اصل بات یہ ہے کہ خط کشیدہ الفاظ اور یہ زائد الفاظ ''ان کی تکفیر کی'' اپنے موقع ومحل میں ہیں البتہ آگے جو بریکٹ (قوسین) ہے اس کے لگانے میں غلطی ہوئی۔ بریکٹ یوں ہوتا (اور ان کی تکفیر کی تو اے متاخرین اشاعرہ) تمہارے لیے اس مذمت اور عیب کا زیادہ حصہ ہے۔ یہ غلطی مجھ سے ہوئی ہوگی۔واسطی صاحب کی اس نشاندہی پر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

رہی اس بات کی دلیل کہ سلفیوں نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے تو ''قصیدہ نونیہ'' کی شرح میں مذکور ہے کہ

**''و كان السلف لا يفرقون بين الجهمية و المعتزلة فيطلقون على جميعهم جهمية و بعض السلف يخرجون الجهمية من فرق المسلمين.**

ترجمہ: اور سلف جہمیہ اور معتزلہ کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے اور دونوں کو جہمیہ کہتے تھے اور بعض سلف جہمیہ کو اسلامی فرقوں سے خارج اور کافر مانتے تھے۔'' (52/1)

## فصل: 19......واسطی صاحب کا اعتراض کہ حوالہ نہیں دیا

میری (عبد الواحد کی) کتاب کی ایک عبارت یوں ہے:

''موجودہ زمانے میں سلفی اور اہل حدیث کے نام سے کچھ گروہ سامنے آئے ہیں جو اسلاف یعنی صحابہ وتابعین کی نسبت سے اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں۔ سلفی زیادہ تر سعودی عرب اور کچھ ملحقہ ریاستوں میں ہیں۔ اہلِ حدیث یعنی غیر مقلد برصغیر میں ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید شخصی شرک ہے اور یہ کہ وہ خود حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

اس پر واسطی صاحب نے یہ لکھا:

''لوگ خصوصاً متعصب لوگ ہمیشہ سے اپنے مخالف پر ہر طرح کے الزامات لگاتے ہیں پھر حوالہ دینے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے''۔

**جواب:**

جناب واسطی صاحب لیجیے حوالے پیش خدمت ہیں:

**1۔** مشہور غیر مقلد عالم مولانا صلاح الدین یوسف اپنے کتابچے ''اہل حدیث اور اہل تقلید'' میں لکھتے ہیں:

''رہی یہ بات کہ تقلید بدعت و گمراہی ہے یا نہیں تو اس سلسلے میں ہم پوری بصیرت کے ساتھ کہتے ہیں کہ تقلید بعض صورتوں میں شرک بن جاتی ہے۔ تاہم بدعت و گمراہی تو بہر صورت ہے۔ آخر بدعت و گمراہی کس چیز کا نام ہے۔ اسی چیز کا نہیں کہ جس کا ثبوت دورِ رسالت وخیر القرون میں نہ ہو لیکن اسے دین کا ضروری حصہ سمجھ لیا جائے۔ جب ابتدائی صدیوں میں تقلید شخصی کا کوئی وجود نہ تھا پھر اس کو فرض و واجب کیوں قرار دے لیا جائے''۔ (ص:12)

**2۔** نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریاکار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لیے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے...... بخدا یہ امر انتہائی تعجب خیز و تحیر کا باعث ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے ماسوا سب مسلمانوں کو مشرک بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود انتہائی متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں۔'' (رسائل اہل حدیث

جلد دوم، دیباچہ:30)

یہی مضمون مولانا عبدالجبار غزنوی صاحب اور نواب وحیدالزمان صاحب بھی ذکر کرتے ہیں:

میں (عبدالواحد) کہتا ہوں:

ان حضرات کے سامنے جو فتنہ اٹھا تھا وہ اب تک موجود ہے کیونکہ آزادی مذہب کی راہ تو ان کے بڑوں ہی نے دکھائی تھی۔

## فصل: 20......واسطی صاحب کی میری عبارت میں کانٹ چھانٹ

میری کتاب ''صفات متشابہات اور سلفی عقائد'' میں یہ عبارت ہے:

''اہل سنت حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ایک دوسرے کو اور اسی طرح ماتریدیہ اور اشاعرہ ایک دوسرے کو اہل سنت اور اہل حق شمار کرتے ہیں اس لیے کوئی حنفی کسی شافعی کو یا کوئی ماتریدی کسی اشعری کو اپنے مسلک کی طرف منتقل ہونے کی دعوت نہیں دیتا۔ یہ کافروں اور فاسقوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں اپنے مسلک کی دعوت نہیں۔''

واسطی صاحب نے میری اس عبارت کو کچھ کاٹ کر یوں نقل کیا:

''چونکہ اشاعرہ و ماتریدیہ ایک دوسرے کو اہل حق شمار کرتے ہیں اس لیے وہ اپنے مسلک کی طرف دوسروں کو دعوت نہیں دیتے''۔(عقیدہ سلف:ص:32)

چونکہ الفاظ کی تبدیلی سے معنیٰ میں فرق آرہا ہے اس لیے میں نے تنبیہ کردی ہے۔ واسطی صاحب کی جانب سے ایسی غلطی کیوں ہوئی یا کیوں کی گئی اس کو ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

## فصل: 21......میری متروکہ عبارت سے استدلال

واسطی صاحب نے اپنی کتاب ''عقیدہ سلف'' کے ص: 41، 65، 373 اور 374 وغیرہ پر میری کتاب ''اسلامی عقائد'' کا ایک حوالہ بتکرار دیا ہے۔ ''اسلامی عقائد'' بہت پہلے کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ ''صفات متشابہات اور سلفی عقائد'' 2012ء میں چھپی۔ اس کے چھپنے کے بعد ''اسلامی عقائد'' کی اصلاح کی اور اس کا نیا ایڈیشن 2016ء میں چھپا۔ ''ایڈیشن 2016ء'' ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے۔ واسطی صاحب کو چاہیے تھا کہ جب ایک کتاب خاص صفات متشابہات کے بارے چھپی ہے تو معلوم کر لیتے کہ اس کے بعد ''اسلامی عقائد'' میں بھی تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ جو مضمون بدلا جا چکا ہے واسطی صاحب اس کے حوالے دے رہے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

# مجلہ صفدر کے دستیاب خاص نمبرات اور اہم مضامین

حقیقت میلاد نمبر......میلاد کے بارے میں اکابر اہل سنت کی تحریرات کا مفید مجموعہ......ش:۸۲...... قیمت:50

گوشۂ خاص......بیاد: شیر اسلام حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ......ش:۱۲/۱۳...... قیمت:30

گوشۂ خاص......بیاد: مولانا سید صفی اللہ شاہؒ، (المعروف سید عبد الکریم شاہؒ) نہڑ والی بہاولپور......ش:۱۹...... قیمت:20

گوشۂ خاص......بیاد: تلمیذ حضرت مدنیؒ مولانا سید اصلح الحسینیؒ، کراچی......ش:۴۴...... قیمت:35

گوشہ خاص......مشاجرات صحابہ اور اہل سنت کا مسلک اعتدال......مولانا مجیب الرحمٰن......شمارہ:۸۶، قیمت:25

عمار خان ناصر اور مولانا زاہد الراشدی کے بارے اکابر کا فیصلہ اور اس کی وجوہات......ش:۳۸...... قیمت:25

مولانا زاہد الراشدی صاحب کی اکابر وفاق سے خط و کتابت اور کمیٹی کے قیام کی روداد۔ش:۴۲/۴۳۔ قیمت:50

ارباب الشریعہ کی خدمت میں! (عمار ناصر کے بارے مولانا راشدی مدظلہم کا طرزِ عمل) ش:۴۲ تا ۴۵......110

مولانا زاہد الراشدی اور عمار خان ناصر کے نام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا مکتوب گرامی......ش:۴۴......35

مولانا راشدی کی الشریعہ اور عمار خان سے براءت، حقیقت کیا ہے؟......ش:۶۰/۶۱/۶۲...... قیمت:75

دیوبندی بریلوی اختلاف اور شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ......ش:۴۴...... قیمت 35

محترم جناب حاجی اشتیاق احمد صاحب رحمہ اللہ اور اُن کی تحریرات، از: حمزہ احسانی......ش:۵۹...... قیمت:25

**افلحت الوجوہ**، غازی ممتاز قادری شہیدؒ......از: مولانا احسن خدامی......ش:۶۲...... قیمت:25

غامدی کا جوابی بیانیہ، از: شکیل عثمانی......ش:۶۴...... قیمت:25

آئین محمدی اور قانون غامدی......مولانا عبد الحق خان بشیر......شمارہ:۸۵...... قیمت:25

جاوید احمد غامدی: شخصیت و افکار کا تعارف......صہیب احمد......ش:۷۷...... قیمت:25

حدیث کلابِ حوأب اور قاضی طاہر ہاشمی کی تحقیق پر نظر، از: مولانا مجیب الرحمٰن......ش:۶۵ تا ۷۵...... قیمت:150

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا احسانی و عرفانی مقام......از: مولانا محمد ظفر اقبال......ش:۷۰...... قیمت:25

اللہ تعالیٰ کے لیے......لفظ 'خدا' کا اطلاق......از: مولانا مجیب الرحمٰن......ش:۷۱،۷۲...... قیمت:40

مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ اور مولانا نثار احمد حسینی......از: حمزہ احسانی......ش:۷۳...... قیمت:25

اَفکارِ علوی مالکی: حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رائے اور مولانا نثار حسینی کی ناانصافی......ش:۷۳

رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کا تحقیقی جائزہ، مولانا نثار کی ناانصافیوں اور مغالطہ آمیزیوں کی وضاحت......ش:۷۳

عریضہ بخدمت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، بابت عقیدہ امامت اور مولانا عبد المجید لدھیانویؒ......ش:۸۳...... قیمت:۲۵

عقیدہ امامت اکابر اہل سنت کی نظر میں (پچیس سے زائد اکابر اہل سنت کے حوالہ جات)......ش:۸۳

**رابطہ**: مولانا احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

0334-4612774__0307-5687800